یہودی ریاست اور اس کی تباہ کاریاں

شیخ عبد المعید مدنی

☆ **فلسطین کا اصل مسئلہ**

فلسطین کا مسئلہ خالص دینی اور ملی مسئلہ ہے۔ سلطان عبدالحمید ثانی (م۱۳۳۶) کے دور تک فلسطین کا مسئلہ خالص دینی مسئلہ تھا۔ اس مسئلے کے متعلق ان کا دینی شعور نہایت ہی بیدار تھا۔ انہوں نے اپنی سیاسی ڈائری (مذکراتی السیاسیۃ) میں ۱۸۹۵ء میں المشکلۃ الیہودیۃ کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے جو نہایت ہی بصیرت افروز ہے۔

لليهود قوة فى أوربا أكثر قوتهم فى الشرق لهذا فان أكثر الدول الأوربية تجد هجرة اليهود الى فلسطين لتخلص من العرق السامى الذى زاد كثيرا، ولكن لدينا عدد كاف من اليهود فاذا نريد أن يبقى العنصر العربى متفوقا علينا أن نصرف النظر عن فكرة توطين المهاجرين فى فلسطين والا فان اليهود اذا استوطنوا أرضا تملكوا كافة قدراتها خلال وقت قصير وبذا تكون قد حكمنا على اخواننا فى الدين بالموت المحتم.

لن يستطيع رئيس الصهانية (هرتزل) أن يقنعنى بأفكاره وقد يكون قوله (ستحل المشكلة اليهودية يوم يقوى فيه اليهودى على قيادة محراثه بيده) صحيحا فى رأيه. انه يسعى لتأمين أرض لأخوانه اليهود لكنه ينسى أن الذكاء ليس كافيا لحل جميع المشاكل. لن يكتفى الصهانية بممارسة الأعمال الزراعية فى فلسطين بل يريدون أمورا أخرى مثل تشكيل حكومة وانتخاب ممثلين. اننى ادرك أطماعهم جيدا لكن اليهود سطحيون فى ظنهم أننى ساقبل محاولاتهم وكما أننى أقدر فى رعايانا من اليهود خدماتهم لدى الباب العالى فانى اعادى أمانيهم واطماعهم فى فلسطين. (مذكراتى السياسية :۳۵)

مشرق سے زیادہ یورپ میں یہود کی توانائی ہے اس لئے اکثر یورپی ممالک یہود کی فلسطین ہجرت کو پسند کرتے ہیں تا کہ وہ سامی نسل سے نجات پا جائیں جو بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔لیکن ہمارے ہاں یہود کی کافی تعداد ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ عربی عنصر غالب رہے تو ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ فلسطین میں مہاجرین کے ہوم لینڈ بنانے کی رائے سے صرف نظر کریں ورنہ یہود جب کسی سرزمین کو وطن بنا لیتے ہیں تو بہت کم وقت میں اس کے سارے وسائل کے مالک بن بیٹھتے ہیں اگر اس طرح ہوا تو ہم اپنے دینی بھائیوں کے حتمی موت کا فیصلہ کر بیٹھیں گے۔

صہیونیوں کے سربراہ ہرٹزل اپنے افکار سے مجھے قائل نہیں کر سکتے ان کی اس طرح کی بات ہوتی ہے (جس دن یہودی اپنے ہاتھ سے ہل چلانے پر قادر ہوگا یہودی مسئلہ حل ہو جائے گا) اس کی یہ بات صحیح ہو سکتی ہے۔اس کی تو کوشش ہی یہی ہے کہ اس کے برادران یہود کو زمین مل جائے مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ تمام مشکلات کے حل کے لئے ذہانت ہی کافی نہیں ہے۔کبھی یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ صہاینہ فلسطین میں زراعتی اعمال کی بجا آوری پر اکتفا کریں ان کے مقاصد کچھ اور ہیں جیسے حکومت کا قیام اور نمائندوں کا انتخاب۔ان کے اطماع کا مجھے اچھی طرح پتہ ہے مگر یہ اپنے خیال میں سطحی ہیں کہ میں ان کے عزائم کو مان لوں گا یہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ ہم اپنی یہود رعایا کی باب عالی کے لئے خدمات کی قدر کرتے ہیں اسی طرح میں فلسطین میں ان کے اطماع اور تمناؤں کی مخالفت کرتا ہوں۔

فلسطین کا اصل مسئلہ یہ تھا جس کا صحیح شعور ایک مظلوم اور مفتری علیہ زبردست فرماں روا سلطان عبدالحمید ثانی کو تھا اس نے اپنے حین حیات صہاینہ کو اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہونے نہیں دیا اگر یہی شعور مسلم حکمرانوں سیاست دانوں علماء اور عوام میں موجود ہوتا تو فلسطین کے مسلم باشندے کسمپرسی یتیمی بے بسی اور بے گھری کا شکار نہ ہوتے اور مطرود و ملعون یہودی فلسطین میں یہودی ریاست نہ قائم کر پاتے۔

☆ یہودی وطن کا خواب

یہود تین ہزار سالوں سے دربدری کے شکار رہے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی

وفات کے بعد یروشلم کی حکومت ۹۳۵ ق م میں دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور دونوں جلد ہی تباہ ہوگئیں۔ پہلے علاقے کے آشوریوں نے ایک حصے کو تباہ کیا پھر عراق کے بابلی حکمراں بخت نصر نے دوسری قدس کی یہودی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور یہودیوں کو جلاوطن کردیا۔ سالہاسال کے بعد کورنیس فارسی حکمراں کے ذریعہ فلسطین میں ان کی واپسی ہوئی پھر ان کو یونانی اور بعد میں رومی سلطنت نے تاراج کردیا اس وقت سے یہ تاراج تھے اور جہاں گئے کھدیڑے گئے۔ انھیں صرف مسلم حکومتوں میں سکون چین اور عزت ملی۔ اتنی طویل دربدری ان کے مفکرین کے لیے سوہان روح تھی۔ آخر صدیوں بعد ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ان کا اپنا ہوم لینڈ ہونا چاہیے۔ اس کے لئے انہوں نے صہیون کے نام سے تحریک شروع کی۔ صہیون قدس میں ایک پہاڑ کا نام ہے قدس کے چار پہاڑوں میں سے صہیون ایک پہاڑ تھا جس پر پہلی یہودی سلطنت قائم ہوئی تھی۔ یہ دراصل علامت ہے یہودی حکومت اور ہیکل سلیمانی کی بناء نو کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی حکومت حبرون سے منتقل کی اور بیت المقدس میں ایک ہزار سال قبل مسیح اپنا محل بنایا۔ صہیون کا ذکر حضرت داؤد علیہ السلام کی قدس میں تاسیس حکومت کے ضمن میں آیا ہے۔

فلسطین کو یہودی حکومت اور قدس (یروشلم) کو دارالحکومت بنانے اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو کا خواب صہیونی تحریک کے پرچم تلے یہود ڈھائی ہزار سالوں سے دیکھتے رہے۔ ۵۸۶۔۵۳۸ قبل مسیح جب یہودی بابلی قید سے سے نجات پائے تو صہیون کی طرف واپس ہوئی اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو کا ارادہ کیا۔ اس کو مکابیوں کی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ چھ سو سال بعد پھر ۱۱۸۔۱۳۸ میں مارکوجنا کی اسی طرح کی تحریک اٹھی اور ناکام رہی۔ اسی طرح کی ایک ناکام تحریک موزس کریتی نے اٹھائی۔ اس کے بعد ڈیڑھ ہزار سالوں تک یہ دھکے کھاتے رہے انتشار بکھراؤ اور شکست کا شکار رہے۔

۱۵۰۱۔۱۵۳۲ میں ڈیوڈ رابن کی تحریک اٹھی۔ اس نے یہودیوں کے لئے فلسطین میں اسرائیلی حکومت کی ضرورت کا احساس دلایا اب تک یہ ایک خواب تھا اور یہودی قومی

جذبے کے زندہ اور مضبوط رہنے کا اظہار تھا اور ایک دعوت تھی۔

سترہویں صدی سے انہوں نے باقاعدہ فلسطین میں یہودی حکومت کی تاسیس کی پلاننگ شروع کردی۔ ۱۶۰۴ سے لے کر ۱۸۹۷ تک یورپ میں بے شمار تحریکیں اٹھیں جنہوں نے فلسطین میں زمین خریدنے اور وہاں یہودی بستیاں بسانے کا منصوبہ بنایا۔ کچھ تحریکوں نے استعماری روش اپنا کر فلسطین پر قبضہ کرکے اسرائیلی حکومت قائم کرنے کی بات کی۔ اس وقفے میں دس بڑی صہیونی تحریکیں اٹھیں۔ ۱۸۸۲ میں روس میں یہودیوں کی زبردست نسل کشی ہوئی اس کے ردعمل میں کئی یہودی تحریکیں اٹھیں اور انجمنیں بنیں اور سبھوں نے یہودیوں کے فلسطین لوٹنے اور اسرائیلی حکومت قائم کرنے کی بات کی اور شام و فلسطین میں موجود یہودیوں کی امداد کے لیے اجتماعی کوششیں ہوئیں اور اس کے لئے انجمنیں بنیں اور عبرانی زبان کے احیاء کے لیے عملی منصوبے بنے۔

موجودہ صہیونی تحریک ٹیوڈر ہرٹزل کی اٹھائی ہوئی ہے یہ ایک مشہور یہودی صحافی گذرا ہے یہ ہنگری کے شہر بوڈاپسٹ میں ۱۸۶۰ میں پیدا ہوا۔ ویانا یونیورسٹی سے اس نے وکالت کی ڈگری لی۔ اس کی زندگی کا مقصد وحید تھا کہ سارے عالم پر یہودیوں کی حکومت قائم ہو اور اس کی ابتدا اس طرح ہو کہ فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہو جائے۔ اس نے ایک یہودی فوجی کی طرف سے دفاع کیا جس پر فرانس میں غداری اور جاسوسی کا الزام تھا اسے رہائی مل گئی۔ اس واقعے کو لے کر اس نے خوب پروپیگنڈہ کیا اور یہودی المیے کو اجاگر کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر اس نے یہودی اسٹیٹ کے متعلق اپنی مشہور کتاب لکھی اس طرح اس نے اپنے حامیوں کا ایک بڑا گروپ اپنے اردگرد جمع کرلیا۔ اور چند سالوں کے اندر سارا عالم یہود اس کے گرد جمع ہوگیا۔ اس صورت حال سے اس نے زبردست فائدہ اٹھایا اس نے سوئٹزرلینڈ میں ۲۹۔۳۱۔۸۔۱۸۹۷ میں تین روزہ عالمی صہیونی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس کے متعلق اس نے کہا اگر اس کانفرنس کا ماحصل بیان کرنے کے لئے مجھ سے کہا جائے تو میں علی الاعلان یہی کہوں گا کہ میں نے یہودی ریاست قائم کردی۔ اس

کانفرنس میں فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کی قرارداد پاس ہوئی۔اورسارے عالم پر حکومت کرنے کے لیے دانشوران صہیون کی تجاویز کوبھی آخری شکل دی گئی جس کو Zionist Protocols کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل ہوئی اوران کی بناء پرانھیں رسوائیوں کا سامنا بھی کرناپڑااوروہی جرمنی اور یورپ میں ان کی نسل کشی اورامریکہ میں رسوائی کا سبب بنیں۔یہ تجاویز یا فیصلے یا متفقہ آراءانسانیت کے خلاف ایک سازش ہیں۔

☆ فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے تنفیذی مراحل

اس عالمی صہیون کانفرنس میں یہودی ریاست کے قیام کے لئے قرارداد پاس ہوئی۔ ہرتزل نے اس کانفرنس کا مقصد بتلایا تھا ہم یہاں اکٹھا ہوئے ہیں تاکہ اس گھر کی بنیاد رکھ دیں جو یہودی قوم کے لئے پناہ گاہ بنے۔اس نے صہیونیت کا مقصد بیان کیا کہ فلسطین کو یہودی قوم کا وطن بنایا جائے جس کی ضمانت عام قانون دے گا اس مقصد کے لئے چار وسائل طے کئے گئے۔

۱۔یہودیوں کوفلسطین میں ہجرت کرجانے پرآمادہ کیا جائے۔

۲۔مناسب طریقوں سےسارے عالم کے یہودیوں کومنظّم اورمربوط کیا جائے۔

۳۔یہودی قومی شعوراوروجدان کو پختہ کیا جائے اوراس کی پرورش ہوتی رہے۔

۴۔حکومتی تعاون کے ذریعہ صہیونی اہداف کے حصول کے لئے ٹھوس اقدام کئے جائیں۔ان مقاصد کی روشنی میں فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے لئے دوجہتوں سے کام شروع ہوا۔

(الف)فلسطین کے لیے یہودی مہاجرت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔اس کام کے لیے پہلے سے ہی عالمی طور پر فنڈ موجود تھا۔خاص اس مقصد کے لیے یہودی نیشنل بینک کا قیام عمل میں آیااوراس کے ساتھ بےشمار یہودی انجمنیں صہیونیت کی روح کوابھارنے اورزندہ رکھنے کے لیے قائم ہوئیں۔اس طرح ہجرت کا پروگرام شروع ہوگیااور ہزاروں سے شروع

ہوکرمہاجرت لاکھوں تک پہنچ گئی اور ۱۹۴۸ فلسطین میں یہودی مہاجرین کی تعداد فلسطین کی آبادی میں ۳۷ فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ (یروشلم) میں ۱۱۷۰ ام یعنی بارہویں صدی مسیحی میں ایک یہودی نہ تھا۔ سترہویں صدی ۱۷۵۰ میں ۱۵۰ یہودی آباد پائے گئے انیسویں صدی ۱۸۹۷ء میں ۴۲۰۰۰ یہودی آباد ہو گئے اوراب ۳۶ سالوں بعدان کے مستوطنات کتنے بڑھ گئے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اب تو مدینہ القدس کو دارالحکومت بھی بنالیا گیا ہے۔

فلسطین میں جب یہودی آبادی تھی ہی نہیں، تو ان کی زمین کا کیا سوال تھا لیکن آہستہ آہستہ مہاجرت کے ساتھ امتلاک آراضی کا کام ہوتا گیا۔ اس کی خاطر سارے جائز ناجائز حربے استعمال کئے گئے اور ہر قدم پر دھوکہ اور فریب کا استعمال کیا گیا۔ مہنگی قیمتوں کا لالچ دیا گیا۔ علاقے کی ترقی اور عوام کی خوشحالی کا جھانسا دیا گیا۔ عرب زمینداروں پر مختلف ڈھنگ سے ڈورے ڈالے گئے شراب اور حسن کا بھی استعمال کیا گیا۔ ترغیب وترہیب تحریض وتحاریش کے سارے حربے استعمال کیے گئے۔ ۱۹۰۹ میں سلطان عبدالحمید ثانی کے سقوط کے بعد جمعیۃ الاتحاد والترقی یا ینگ قومیت پرست ترکوں نے فلسطین کو ایک سے طرح یہودیوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر ۱۹۱۷ میں فلسطین میں برطانیہ کے قائم کردہ یہودی انتداب اور الوکالۃ الیہودیۃ کے ذریعہ فلسطین کو تہ وبالا کردیا گیا۔ آہستہ آہستہ فلسطین میں ان کی اراضی کا رقبہ بڑھتا گیا۔ عربوں کی زمین انہوں نے کیسے ہتھیالیا اور کن عرب زمین دار وں نے ان سے کس طرح دھوکے کھا کر اپنی زمینیں بیچیں ساری تفصیلات ریکارڈ میں ہیں۔ ان کی تمام خریداری کے باوجود ۱۹۴۶ء تک یعنی یہودی ریاست کے قیام کے اعلان سے دوسال پہلے تک یہودیوں کے ہاتھ جو زمین لگیں وہ فقط فلسطین کی سات فیصد تھیں۔ مگر ۱۹۶۷ کی جنگ میں اسرائیل نے فلسطین کی ساری اراضی لے لی اوراس سے دوچند قبضہ کرلیا۔

(ب) ھٹزل کی سرکردگی میں ارض فلسطین کے حصول کے لیے جو دوسری لائن اختیار کی گئی وہ یہ تھی کہ کسی حکومت کا سہارا لیا جائے اور صہیونی اہداف کو حاصل کیا جائے اس سلسلے

میں ان کی پہلی کوشش کسی حکومتی تعاون کے حصول کے ذریعہ یہودی ریاست کے قیام کے جواز کے لیے یہ تھی کہ عثمانی خلافت سے گفتگو کی جائے اوراس سے فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے لیے سودا کیا جائے چنانچہ صہیونیوں نے پانچ بار سلطان عبدالحمید ثانی کے پاس اپنے نمائندے بھیجے اور پرکشش بھاری مالی تعاون کی پیش کش کی۔ خود ہرٹزل نے بھی سلطان سے ملاقات کی اس ملاقات میں جزیرۂ سلانیک کے یہودی سربراہ قرنصوہ نے خاص کر ڈپلومیٹک پارٹ ادا کیا۔ لیکن ہر بار سلطان نے سختی سے ان کی پیشکش کو رد کردیا۔ اور آخری بار اسے اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ وزیراعظم تحسین پاشا کی موجودگی میں صیہونیوں کی پیش کش اس طرح تھی۔

☆ عثمانی حکومت پر 133 ملین لیرہ انگریزی ذہبی کا قرض لدا ہوا تھا صہیونی اسے ادا کرنے کو تیار تھے۔

☆ عثمانی حکومت کے تحفظ کے لیے ایک بحری بیڑے کی تیاری جس کی لاگت ۱۲۰ ملین فرنچ فرنک تھی۔

☆ ۳۳ ملین لیرا ذہبی غیر سودی قرض تا کہ حکومت کی مالی پوزیشن درست ہو جائے اوراس کی آمدنی میں اضافے کی صورت پیدا ہو۔

☆ اور بادشاہ کے لئے بہت سے قیمتی تحائف

اس کے بدلے میں صہیونی چاہتے تھے کہ سال میں ایک دن یہودی فلسطین کی زیارت کرسکیں اورقدس شریف کے پاس اپنی ایک بستی بسا سکیں۔ لیکن اس خلیفہ نے جس کے خلاف جھوٹ کے جال بن دیئے گئے تھے اور جس کو مالی تعاون کی سخت ضرورت تھی ان کی پیش کش کو رد کردیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حقارت سے صہیونی وفد کے سربراہ کے منہ پر تھوک دیا اور فرمایا فلسطین کو میرے آباء واجداد نے اپنے خون سے سینچا ہے اگر زمین کا سارا سونا لا کر دے دو تب بھی میں فلسطین میں تمہیں ایک بالشت زمین نہیں دے سکتا۔

جب صہیونی باب عالی آستانہ سے مایوس ہو گئے تو وہ برطانیہ کی حمایت اور معاونت

کے طالب ہوئے اور اس کے تعاون سے انہوں نے سلطان عظیم کے خلاف سازش رچی۔ عثمانی سلطنت کے خلاف پہلے ہی یہود دونمہ حرکت میں آئے جنہوں نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام قبول کرلیا تھا۔ جرمنی فرانس برطانیہ اور روس کی پشت پناہی میں انہوں نے ینگ ترکوں کے اندر قومیت پرستی کا زہر بھر دیا تھا۔ عثمانی سلطنت میں ان گندم نما جوفروش مسلمان یہودیوں نے جمعیۃ الاتحاد والترقی بنائی۔ اس سازش کا شکار ہوکر عثمانی مغرب نواز جوانوں نے عثمانی سلطنت کو تاراج کر دیا۔ مدحت پاشا انور پاشا اور جمال پاشا وغیرہ نوجوانوں اور مغرب نوازوں نے یہودیوں کی سازش میں پڑ کر سلطان عبدالحمید ثانی کو برطرف کر دیا۔ ان کے بعد دو تین مجبور اور بے اختیار سلاطین چنے گئے اور آخر کار یہودی نژاد مصطفیٰ کمال نے خلافت کو تاراج کر دیا۔ اور فلسطین کا سودا ہوگیا۔

سلطان عبدالحمید ثانی کے برطرف کیے جانے کے بعد ینگ ترکوں نے صہیونی قیادت کے ہاتھوں دوملین لیرا میں فلسطین کو بیچ دیا جبکہ سلطان عبدالحمید نے سیکڑوں ملین لیرا کی پیشکش ٹھکرا دی تھی اور ترک قوم پرستوں نے فلسطین کے مسئلے کو ایک عربی اور قومی وعلاقائی نظر سے دیکھا اور جو مطالبہ یہود کا سلطان سے تھا وہ بہت معمولی قیمت پر پورا ہوگیا۔ صدیوں بعد یہودیوں نے ترکی سلطنت کے زیر نگیں فلسطین میں قانونی طور پر مہاجرت کی اور فلسطین میں انھیں نو آبادیات بسانے کی اجازت مل گئی۔ یہودی اسی دن کا انتظار کر رہے تھے۔ انھیں وہاں جانے کی کھلی چھوٹ مل گئی۔ فلسطین پر ماقبل اسلام عرب اور مسلمانوں نے دو ہزار سال حکومت کی۔ پانچ ہزار سالہ فلسطین کی تاریخ میں فلسطین پر یہود صرف ۱۴۰ سال تک دو وقفے میں دعوی دار رہے اور اسے ارض یہود مان لیا پہلی بار ۱۰۰۰ قبل مسیح سے ۹۲۷ قبل مسیح تک یعنی ۷۳ سال دوسری بار ۱۴۲ قبل مسیح سے ۷۵ قبل مسیح تک یعنی کل ۶۷ سال لیکن عالمی سازش اور عرب اور ترک قومیت کی جاہلی عصبیت نے فلسطین کا سودا کرلیا۔

سلطان عبدالحمید ثانی فلسطین میں یہودی ریاست کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے ان کے ہٹائے جانے کے بعد عالمی صہیونی تحریک نے یہودی ریاست کے قیام کے

لیے اپنی عسکری مالی تنظیمی رفاہی اور سیاسی سرگرمیاں تیز کر دیں۔

☆استعماریوں کا سہارا اوران کی سازشیں

یہودی ریاست کے قیام کے لیے ۱۸۹۷میں حکومتی سہارا تلاش کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔سب سے پہلے عثمانی سلطنت کا سہارا لینے کی راز حدجہو دصرف ہوئیں لیکن سب ناکام ثابت ہوئیں۔اس کے بعد جرمنی اور برطانیہ کا سہارا لینے کا فیصلہ ہوا۔جرمنی سے بروقت امید برنہ آئی۔اس لیے برطانیہ کی طرف رخ ہوا برطانیہ نے ان کے اوپر دست شفقت رکھا۔ یہودیوں نے جنگ عظیم اول اور ثانی میں خصوصی طور پر برطانیہ کی مالی اورعسکری مدد کی اوراپنے حق میں ماحول بنانے اور فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لیے ساری مطلوب تدابیر اختیار کیں،ساری عسکری سیاسی انتظامی اقتصادی علمی وسائنسی تیاریاں کرلیں اوراپنی ان تیاریوں سے ترکی، برطانیہ، جرمن جن سے مقصد کے حصول میں مدد ملنے کی توقع تھی کومستفید کیا۔اس کے نتیجے میں ہرطرف سے انھیں یہودی ریاست کے قیام کی راہ میں حمایت ملی۔

اب نقشہ کچھ اور تھا سلطان عبدالحمید کے عہد میں غیر قانونی طور پر چپکے سے یہود فلسطین میں جاتے تھے۔ان کے بعد ینگ ترک اور جمعیۃ الاتحاد والترقی کے دوراقتدار میں فلسطین میں یہود کو کھلی چھوٹ مل گئی۔ اب مہاجرت کے ساتھ عسکری اورسیاسی اورمستعمراتی امور بھی انجام پانے لگے۔فلسطین میں یہود نے قدم رکھا تو زمینیں خریدی جانے لگیں بستیاں بسنے لگیں اوران کی حفاظت کے نام پرعسکری عمل بھی شروع ہوگیا۔اسلحے رکھنے،عسکری تربیت لینے کا کام بھی انجام پانے لگا۔

جنگ عظیم اول میں عثمانی سلطنت کے خلاف عرب قومیت پرست اٹھ کھڑے ہوئے برطانوی فوجی سربراہ لارنس عربی ہندوستان میں کلایو سے زیادہ لومڑی صفت تھا اس نے عربوں میں گھل مل کرعثمانی سلطنت کے خلاف خوب بھڑکایا اس جنگ میں شام اورعراق کو عثمانی سلطنت سے برطانیہ اورفرانس نے چھین لیا شام کے چارٹکڑے ہوگئے سیریا اور لبنان

پر فرانس قابض ہو گیا فلسطین اردن اور عراق برطانیہ کے ہاتھ آئے ۔ عرب قومیت کے انقلابیوں نے کافر استعماریوں کا ساتھ دیا۔ ترک قوم پرستوں نے عربوں کو بہت تنگ کیا تھا ترکی سلطنت کے شام کے گورنر جمال پاشا کی اس سلسلے میں کافی بدنام شہرت تھی ۔ برطانیہ نے شریف حسین کو یہ امید دلا رکھی تھی کہ جب ترکی سلطنت کے عربی خطے آزاد ہوں گے تو وہاں عربی خلافت کا قیام عمل میں آئے گا۔ وعدوں کے سہارے سارے عرب قوم پرست اور (لارنس العربی) کے پیروکار مگن تھے کہ ان کی خلافت قائم ہونے والی ہے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد سارے وعدے دھرے رہ گئے جنگ کے خاتمے پر برطانوی جنرل النبی صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی کو قبر پر حاضر ہوا تھا اور کہا تھا صلاح الدین ہم پھر آ گئے ۔

دوسری طرف یہودیوں کے لیے وعدے ہی نہیں ہو رہے تھے ان کے لیے معاہدے ہو رہے تھے مارچ ۱۹۱۶ء میں برطانیہ فرانس اور روس کے درمیان ایک سری معاہدہ ہوا اور مئی ۱۸۱۶ء میں برطانیہ اور فرانس کے درمیان جس کو سایکس بیکو معاہدہ کے نام سے جانا گیا اس میں یہ طے پایا کہ فلسطین کو بین الاقوامی نگرانی میں رکھا جائے جس کے تحت یہود کو فلسطین میں عربوں کے برابر سیاسی دینی اور شہری حقوق ملیں۔ عرب قومیت پرست انقلابیوں کے سربراہ شریف حسین جن کو برطانیہ عظمی کی عظمت پر پورا بھروسہ تھا ان کو ان سہ رخی دورخی معاہدوں کے متعلق اس وقت پتہ چلا جب روس میں بالشویک انقلاب آیا اور انقلابی حکومت نے ان معاہدوں کے متعلق اعلان کیا۔ دو فروری ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے فلسطین کو براہ راست اپنی پاسداری اور ماتحتی میں لے لیا جس کو فلسطینی انقلاب کے نام سے جانا جاتا ہے اس نے فلسطین پر بین الاقوامی نگرانی اور حکمرانی کے پرانے معاہدوں کو نظر انداز کر دیا۔

☆ فلسطینی انتداب اور وعدہ بلفور

برطانیہ نے ۲ فروری ۱۹۱۷ء میں فلسطین کو براہ راست اپنے کنٹرول میں لے لیا اور اس پر بین الاقوامی حکمرانی کے پرانے معاہدے کو نظر انداز کر دیا۔ برطانوی وزیر اعظم

دایز مین کے وزیر خارجہ آرتھر بلفور نے اس کے بعد یہ اعلان کیا۔ (برطانوی حکومت قوم یہود کے لیے قومی وطن کی تاسیس کو ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتی ہے ہم پوری کوشش کریں گے کہ اس مقصد کے حصول میں آسانی ہو اس کے باوجود واضح رہے کہ ہم ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتے ہیں جس سے اب تک فلسطین میں بسے غیر یہودی گروپوں کے موجودہ فراہم حقوق کو نقصان پہنچے۔ اسی طرح ہم ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتے جس سے دیگر ملکوں میں سے یہود کے حقوق یا سیاسی حالت جن سے وہ شادکام ہیں نقصان پہنچے۔ فلسطین قضیہ اب برطانیہ کے ہاتھ میں آگیا۔ اس نے ۱۹۱۷ تا ۱۹۴۸ فلسطین پر اپنے دور انتداب میں یہود کو بڑھانے اور فلسطینیوں کو برباد کرنے کی پوری کوشش کی۔ برطانیہ کے اس اعلان کو فرانس اور اٹلی نے فروری ۱۹۱۸ میں امریکہ نے اکتوبر ۱۹۱۸ میں مان لیا اس اعلان اور تصدیق کے بعد عالمی صہیونی تحریک کو یہ یقین ہو گیا کہ بین الاقوامی پیمانے پر فلسطین وطن بنانے کا اس کا مطالبہ مان لیا گیا اور اب اسے نچلی سطح پر کسی طرح سر کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس اعلان کے بعد ان کے لیے یہ بھی طے ہو گیا کہ وہ فلسطین کی طرف اجتماعی ہجرت کریں وہاں زمین خریدیں اور اپنی بستیاں بسائیں۔

عصبۃ الامم میں نظام انتداب کے بنیادی مقاصد یہ تسلیم کئے گئے۔ وہ علاقے اور نو آبادیات جو جنگ عظیم اول کے نتیجے میں نمایاں ہوئی ہیں جنگ سے پہلے جن ملکوں کے ماتحت تھیں اب نہیں رہ گئی ہیں اور بذات خود وہ اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو سکتی ہیں اس لئے تمدن کا تقاضا ہے کہ ان کی مدد کی جائے عصبۃ الامم (لیگ آف نیشن) نے یہ بھی تسلیم کیا کہ بلفور کے وعدے میں یہودیوں کے فلسطین سے تاریخی ربط کا اعتراف موجود ہے۔

اس انتداب اور بلفور کے وعدے سے یہ غیر منطقی بات سامنے آتی ہے کہ جن کے اختیار میں کچھ نہیں تھا انہوں نے ان کو سب کچھ دینے کا وعدہ کر لیا جن کا کوئی حق تھا۔ ۱۹۱۷ کے اس صلیبی لوٹ اور فلسطینیوں کو برباد کرنے کی سازش پر فلسطینی اٹھ کھڑے ہوئے اور یہودیوں کو مار کدھیڑ دینے کا تہیہ کر لیا لیکن عرب رہنماؤں نے انھیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔

۱۹۱۷ـ۱۹۴۸کے برطانوی استعمار کے وقفے میں فلسطین کے مسئلے میں تیسرا موڑ آیا۔ اس کی اسلامی حیثیت سلطان عبدالحمید ثانی کے زوال کے بعد ختم ہوگئی۔ نوجوان ترکوں اور جمعیۃ الاتحاد والترقی اور عرب قومیت پرستوں نے اسے قومی مسئلہ بنادیا۔ برطانوی استعمار نے اسے استعماری مسئلہ بنادیا۔

۱۹۲۰ میں برطانوی استعمار نے ہربرٹ صمویل یہودی کو فلسطین میں اپنا نمائندہ اورنگراں بنا کر بھیجا۔ اس اہم پوسٹ کے لئے ایک یہودی کا انتخاب ہوا۔ اس انتخاب کے مقاصد مخفی نہیں۔ پھر ۱۹۲۳ میں فلسطین میں یہودی ایجنسی قائم ہوئی جس کا اسے سربراہ بنادیا گیا اور یہ بھی طے کر دیا گیا کہ فلسطین میں یہودی ریاست کا قیام اس کا مقصد ہے۔ اس یہودی ایجنسی نے یہودی ریاست کے قیام اور اس کی حفاظت کے سارے جتن شروع کر دیئے۔ بے روک ٹوک فلسطین کے لیے سارے عالم سے خواہش مند یہودیوں کی مہاجرت، لالچ فریب اور خوف کے ذریعہ زبردستی مسلمانوں کی زمینوں کو ہتھیانا، یہودی بستیاں بسانا، فوج کی تیاری، مال کی فراہمی، حکومت چلانے کے لیے رجال کار کی تیاری، اعلی ترین حکومتی اداروں کی تیاری۔ جنگ عظیم ثانی یہودی ریاست کے قیام کے لئے کئی طرح مہمیز ثابت ہوئی۔ جرمنی اور مشرقی یورپ اور دیگر نازی خیالات کے حامل ملکوں میں لاکھوں یہودیوں کی نسل کشی، عسکری تعاون کے ذریعہ استعماری ملکوں کا دل جیتنا، استعماریوں کا کمزور ہونا خصوصا برطانیہ کا۔ ان وجوہ نے اور ان کے سوا دیگر وجوہ نے فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام میں آسانی پیدا کر دی۔ جنگ کے بعد سارے استعماری اپنی مستعمرات سے بوریا بستر باندھ کر اپنے ملک واپس جانے لگے۔ ان کے لیے اب انھیں کو سنبھالنا مشکل تھا ان کو چھوڑ کر اور ان کے اندر اپنے سیاسی معاشی اور تہذیبی مفادات کی جڑیں مضبوط کر کے جا رہے تھے۔ برطانیہ نے عراق فلسطین اور اردن سے اپنے انتداب کا منحوس سایہ اٹھا۔ اور انھیں شریف حسین کے گھرانے کے حوالے کر دیا۔ پہلے بھی ان تینوں علاقوں پر اسی گھرانے کی برطانیہ کی نیابت وحمایت میں حکومت تھی۔ اس گھرانے سے بہتر

اسے کامل وفادار مل بھی نہیں سکتا تھا۔

☆ یہودی خواب پورا ہو گیا

یہود ایجنسی کا قیام دراصل یہودی ریاست کی سنگ بنیاد تھی۔ اٹھائیس سال کا وقفہ اس ریاست کے سارے لوازمات مہیا کرنے کا وقفہ تھا۔ جب برطانوی استعمار جنگ عظیم ثانی سے چور ہو کر اس لائق نہیں رہا کہ اپنی نو آبادیات پر حکومت کر سکے تو انھیں چھوڑ کر جانے لگا مشرق اوسط میں عراق اردن اور فلسطین کو بھی اسے چھوڑنا پڑا لیکن جاتے جاتے اس نے فلسطین یہود کے حوالہ کر دیا۔ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے نام سے یہودی ریاست کے قیام کا صہیونیوں کا خواب پورا ہو گیا۔ اس کا اعلان ہو گیا اور اسے برطانیہ امریکہ فرانس اور روس کی حمایت حاصل ہو گئی انہوں نے نئی حکومت کو تسلیم کر لیا اور اقوام متحدہ نے فلسطین کو اسرائیل اور فلسطین دو ملکوں میں جبراً تقسیم کر دیا لیکن اصحاب حق فلسطینیوں کو تسلیم نہیں تھا۔

۱۹۰۹ میں قانونی طور پر مہاجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر ۱۹۲۰ میں یہودی ایجنسی کا قیام عمل میں آیا اور تیسرے مرحلے میں ۱۹۴۸ میں یہودی ریاست قائم ہو گئی اور دنیا کے طاغوتوں نے اسے فوراً تسلیم کر لیا۔ ۱۹۵۰ میں ایران اور ترکی نے بھی اسے تسلیم کر لیا اور اب فلسطین کے یہ گنہ گار حماس کے سب سے بڑے حمایتی بنے ہوئے ہیں اور بے شعور عرب امراء وسلاطین کو گالی دینے کا روگ پالے ہوئے ہیں۔

☆ یہودی ریاست اسرائیل

مسلمانوں کی کمزوری اور اعدائے اسلام کی حمایت کی بنیاد پر یہودی ریاست کا قیام عمل میں آ ہی گیا۔ صہیونیوں نے پوری منصوبہ بندی سے کام کیا۔ اور صبر وضبط کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول میں لگے رہے راہ کی ساری مشکلات کو جھیلتے اور ہٹانے کے لئے عالم صلیب کا تعاون حاصل کرتے رہے اور ہر سانحے اور حادثے کو اپنے مفاد میں استعمال کرتے رہے اور ایک ریاست قائم کرنے اور حکومت چلانے کے سارے اسباب مہیا کرتے رہے۔ ان کا مسلسل کام ہوتا رہا ان کی ان تھک محنت جاری رہی۔ ان کی محنت

رنگ لائی اور وہ کامیاب ہو گئے ۔اور آج تک کامیاب ہیں اور روز بروز ان کی کامیابی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور جتنا اسے برطانوی استعمار اور اقوام متحدہ سے ملا تھا اس سے کہیں زیادہ اس نے اپنی جارحیت سے حاصل کرلیا اور اپنے خلاف موجود ساری مزاحمتوں کو توڑ تاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ۱۹۱۷ سے لے کر اس وقت تک ایک سو سال کے اندر اپنے خلاف اٹھنے والی ہر مقاومت کو انہوں نے پسپا کر دیا۔اس وقت اسرائیل خطے میں سب سے مضبوط جوہری توانائی کا حامل ترقی یافتہ ملک تسلیم کیا جاتا ہے اور ساری یہودی لابی دولت علم تجربہ میڈیا سازشیں، انجمنیں اور عالمی طاقتیں اس کے ساتھ ہیں۔خود اس کی معاشی حربی سائنس تجریاتی قوت اس کے حجم سے کہیں زیادہ ہے۔اسی لئے اس کی ننگی جارحیت کو بھی عالمی اسٹیج سے بھی قانونی حق قرار دیا جاتا ہے۔آج ہندوستان جیسا عظیم ملک بھی اس کی نظر عنایت کا محتاج رہتا ہے اور اس کی خوشنودی کے حصول میں کوشاں۔

اسرائیل ہر شئے میں خود کفیل ہے بلکہ اس کے سائنسی اور حربی تجربات اور ٹکنولوجی کو حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے ممالک دوڑ لگاتے ہیں۔اسرائیل کسی بحران کا شکار نہیں ہوتا ہے اور اگر ہوتا ہے تو صہیونی دنیا اس کی بھرپائی کرنے کو تیار رہتی ہے اور پوری صہیونی زدہ مسیحی دنیا اس کے طلب پر حاضر رہتی ہے۔

اسرائیل نے فلسطین کے پتھروں سے زندگی کشید کرلی ہے۔ان سے دوبارہ اپنی زبان تہذیب اور زندگی کی تشکیل کرلی ہے۔فلسطین کے ریگ زاروں سے اس کی محنت کے سبب جوئے حیات ابلنے لگی ہے۔اس نے اس کے زیتون کے درختوں سے زندگی کی روشنی کے لیے شفاف روغن نچوڑ لیا ہے اور اپنے اسباب آرائش و آسائش حیات کو فلسطین کے نہتوں کے لیے عذاب وحشت اور دہشت بنا دیا ہے۔اسرائیل کی فطرت اور انسانیت سے بغاوت اسی حد تک بار آور ہوسکتی ہے جب تک فلسطین کا قضیہ اسلامی قضیہ نہیں بن جاتا ہے۔

☆ سازشیں رنگ لائیں

فلسطین کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے نہایت حساس مسئلہ تھا۔صلیبی جنگوں اور عالم

صلیب سے اسے آزاد کرانے کے بعد اس کی حساسیت مزید بڑھ گئی تھی۔ سارے عالم اسلام کو اس کی اہمیت اور اس کی نوعیت کا شدت سے احساس تھا اسی کا اظہار سلطان عبدالحمید ثانی کے مضبوط اسلامی موقف سے ہوتا ہے انھیں نے اسے اسلامی قضیہ بنایا اور اس کی نگہداشت کی عالم صہیونیت نے ہر امکانی کوشش کر لی کہ ان سے فلسطین کا سودا کر لے لیکن نا کام رہا اس کے بعد سازش کی شروعات وہیں سے ہوگئی۔ عرب اور ترک قومیت کا بکھیڑا چھیڑ کے صہیونیوں اور صلیبیوں نے انھیں برطرف کر دیا۔ ترک قومیت نے ان سے دو ملین لیرہ میں فلسطین کا سودا کر لیا۔ عرب قوم پرستوں نے برطانیہ اور فرانس کا ساتھ دے کر (لارنس عربی) کی قیادت میں ترکوں کے خلاف لڑ کر استعمار کی غلامی اختیار کر لی اور فلسطین میں یہودی ریاست کی بنیاد پڑ گئی اور پھر اس کے قیام کا اعلان ہو گیا اور اس وقت سے اب تک ان کے خلاف سازشیں چل رہی ہیں۔

فلسطین کا خالص اسلامی مسئلہ سلطان عبدالحمید کے بعد قومی بن گیا۔ ترکی قومیت کا پھر استعماری مسئلہ بن گیا پھر عرب قومیت کا۔ اور عرب قومیت کا مسئلہ بننے کے بعد اقوام متحدہ میں جا کر اٹک گیا اور یوں فلسطین ضائع ہو گیا۔ اس کے باوجود ان کے خلاف بین الاقوامی اور علاقائی سازشیں چلتی رہتی ہیں۔

فلسطین کی عرب فلسطینی آبادی کو سلطان عبدالحمید ثانی کے سقوط کے بعد ۱۹۰۹ء ہی میں یتیم بنا دیا گیا وہ اپنے وطن کے اصلی حقدار تھے لیکن ۱۹۰۹ کے بعد ان کو ان کے اپنے مسئلے سے دور رکھا گیا۔ ان کے خلاف صہیونی تحریکوں نے سازش کی۔ برطانیہ امریکہ فرانس اٹلی اور روس کے الحادی افکار رکھنے والے روس نواز کمیونسٹ بھی پیدا ہوئے فکری انتہا پسندیاں آئیں۔ متضاد افکار ونظریات نے ان کے اندر جنم لیا اور انھیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار بنا دیا۔

سازشوں نے انھیں نہتا، بے گھر و بے در بنا دیا۔ جب فلسطین کے لیے یہودی مہاجرت شروع ہوئی اور یہودیوں نے عسکری نظم قائم کیا ہتھیار جمع کیے۔ فلسطینیوں کو تشویش ہوئی انھوں نے عسکریت کی تربیت لینے کا انتظام کرنا چاہا لیکن مسلح ہونے اور عسکری

تربیت لینے سے عرب ترک اور استعمار سبھوں کو روک دیا گیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب یہودی ایجنسی کا اعلان ہوا اور ان کی تشویش بڑھی۔ تب بھی انھیں عسکریت سے روکا گیا۔ اور فلسطین ان کا ملک اور وطن ہونے کے باوجود اس کی حفاظت اور بقا کا انتظام کرنے سے استعمار اور غلامان استعمار نے روکا۔

فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کا اعلان ۱۹۴۸ میں ہوگیا اور برطانیہ نے یہ مجرمانہ عمل تو کیا ہی۔ اس ناجائز یہودی ریاست کے اعلان کے چند گھنٹوں بعد امریکہ نے اسے تسلیم کرلیا اور پھر تمام اعدائے اسلام نے بخوشی اسے مان لیا اور ۱۹۵۰ء میں ترکی اور ایران نے تسلیم کرلیا اور اس وقت سے دونوں ملکوں کا اس ناجائز یہودی ریاست سے ہر طرح کا تعامل وتعاون ہے۔

☆ مغربی ذہنیت

مغربی ذہنیت صلیبی اور صہیونی ذہنیت ہے۔ صلیب اور صہیون الحاد کی شکل میں ہو یا کمیونزم کی شکل میں یا فلسفہ وافکار کے کسی کلٹ سے اس کا تعلق ہو۔ سیاسی نظریات کی انواع واقسام ہو یا ادب وفن کی کسی رنگارنگ شکلوں میں ہو۔ صلیب صلیب ہے اسلام اور مسلمانوں کا دشمن۔ صہیون صہیون ہے اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔

صلیب وصہیون نے دوڈیڑھ صدیوں کو اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی ہر کوشش کی ہے اور ظلم وستم، بربریت اور حیوانیت، درندگی اور وحشی پن کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں اور انسانی ذہن جس طریقوں کو اختیار کرسکتا ہے انہوں نے ان تمام شکلوں کو اختیار کیا۔ ان کے لئے نہ کسی کا تڑپنا کوئی معنی رکھتا ہے۔ نہ آہ وآنسو کوئی اہمیت رکھتے ہیں، ان کو نہ کسی کا درد متاثر کرتا ہے نہ کسی کی تکلیف۔ یہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کسی بھی حربے کے استعمال سے نہیں چوکتے۔ خواہ وہ انسانیت کے لئے ننگ ہو اور اس کے ارتکاب سے انسان بہمیت سے بھی نیچے گر جائے۔ یہی ذہنیت فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کا باعث بنی۔

☆ مغرب کی استعماری ذہنیت فلسطین میں تازہ ہو گئی:

فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لئے افراد اور زمین دونوں کا پایا جانا لازمی تھا۔حکومت فضا میں قائم نہیں ہوسکتی تھی۔اورافراد نہ ہوں تو حکومت کس کے لئے ہوگی اورحکومت کون چلائے گا۔اس لئے یہ طے پایا کہ فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لیے منصوبہ بند طریقے پر ساری دنیا سے یہودی وہاں لاکر بسائے جائیں اور فلسطین کے لیے یہودی مہاجرت اس کثرت سے ہو کہ وہاں ان کی اکثریت ہوجائے۔فلسطین میں یہودیوں کی نئی آبادکاری بالکل اسی طرح تھی جس طرح ریڈ انڈین کو امریکہ میں اجاڑا گیا اورانھیں چند دہائیوں میں کروڑوں کی تعداد میں ہلاک کیا گیا۔وہ وہاں کے اصلی باشندے تھےلیکن یورپی باشندوں نے انھیں کیڑوں مکوڑوں کی طرح مارا۔ان کوانسان تسلیم ہی نہیں کیا۔ بربراور تاتار ہماری زبان میں وحشت اوردہشت کی علامت مانے جاتے ہیں ۔مگر گوری چمڑی والے یورپی درندوں کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں The dark side of demo cracy کے مصنف کے مطابق پچاس سال کے اندر گوری چمڑی والے یورپی نژاد باشندوں نے ۱۱ کروڑ ریڈانڈین کو مارا۔اس طرح تمام نوآبادیات میں انہوں نے انسانی خون سے ہولی کھیلی۔انھیں درندوں نے دوکروڑ افریقیوں کوزبردستی غلام بنایااورانھیں جانوروں کا بھی درجہ نہ دیا۔ان میں سے بڑی تعداد ان کےظلم وستم کا شکار ہوکر تباہ ہوگئی۔برصغیر سے انہوں نے لاکھوں لوگوں کو بندھوا مزدور بنا کر غلامی کی زنجیروں میں جکڑا اوراپنی نوآبادیات جزائر میں ان کی مرضی کے علی الرغم لے جاکر روزانہ ۲۰۔۲۰ گھنٹے کام کروائے اوران کو ریوڑ کی طرح رکھا۔آسٹریلیااور نیوزی کے ابروجنی اور ماوری اصلی باشندوں کوچن چن کر مارا۔جنگلوں پہاڑیوں اورغاروں میں انھیں تلاش کرکے گولیوں سے بھونا اوران کے تمام ممتلکات پر قبضہ کرلیا۔ان اقوام مغرب نے ڈھائی تین صدیوں میں دوارب تہتر کروڑ انسانوں کوذبح کیا ہے۔

جس قوم کی درندگی اور دہشت گردی پہچان ہی نہیں روزی روٹی ہو، اس سے کس چیز کی امید کی جاسکتی ہے۔ انھیں درندوں نے اپنے جیسے درندوں اور غداروں کو فلسطین میں اس کے اصلی باشندے عربوں کو اجاڑ کر بسایا اور ان کے سارے ممتلکات ارضیہ پر قبضہ کرلیا۔

☆ فلسطین میں یہودی مہاجرت کی کہانی

فلسطین میں یہودی تعداد نہ کے برابر تھی۔ قدس (یروشلم) میں ۱۱۷۰ء میں صرف ایک یہودی تھا ۱۷۵۰ میں ۱۵۰ یہودی تھے۔ مگر انیسویں صدی ۱۸۹۷ میں ۴۲۰۰۰ یہودی آباد ہوگئے۔ فلسطین میں یہودیوں کی مہاجرت ہزاروں سے شروع ہوئی اور تیس لاکھ سے زیادہ یہودی وہاں ہجرت کرکے آئے۔

فلسطین کے لئے یہودی مہاجرت پورے عالم سے ہوئی اور اس کے لئے عالمی صہیونی بینک اداروں اور ایجنسیوں نے ہر طرح کا تعاون کیا اور سہولیات فراہم کیں اور یہودی مہاجرت کے لئے خلافت عثمانی پر عالمی دباؤ بھی بنا اور اس کے سقوط کے بعد عرب سیکولر نوازوں قومیت پرستوں اور عرب کمیونسٹوں نے اپنی فکری ضلالت کے سبب ان کو فلسطین میں آبسنے اور فلسطینیوں کو اجاڑ دینے میں برضا ورغبت یا بغفلت یہود کی بھرپور مدد کی۔

خلافت عثمانی کا اسلامی عنوان اور پہچان ختم ہونے اور قومیت اور سیکولرزم کے آجانے کے بعد یہود کے لیے فلسطین میں یہودیوں کو بسانا بہت آسان ہوگیا۔

یہود کی مہاجرت کے لیے عالمی سیاسی حالات اور عالمی وعلاقائی جنگیں بھی بڑی کارآمد ثابت ہوئیں ۱۸۸۲ء کے قریب روس میں ان کی نسل کشی ہوئی اس طرح مشرقی یورپ میں ان کی شرارتوں کے سبب مصیبتیں آئیں پھر یورپ میں فاشزم نے ان کو رسوائی تباہی اور ذلت کے قعر میں ڈھکیل دیا۔ امریکہ میں اس دور میں یہ مذاق بنے ہوئے تھے۔ ان وجوہ نے ان کو شوق ہجرت کے پر لگادیئے اور ان کا خود اندازہ تھا کہ اپنی دولت تجارت علمی وصنعتی جانکاری اور برتری کے سبب فلسطینی عربوں سے نمٹ لیں گے۔ پھر قومیت نے عربوں کو پارہ پارہ کردیا تھا اور سب مغربی استعمار کے مکمل کنٹرول میں تھے اس لئے فلسطین

کے خطے میں ان کے اصل باشندوں سے نمٹ لینا اوران پر حاوی ہو جانا ان کے لئے آسان نظر آیا۔ دوسری طرف عالمی طاقتیں ان کے لیے پشت پناہ تھیں۔ جنگ عظیم اول اور ثانی میں عالمی قزاقوں کے لیے ان کی مالی وعسکری خدمات قابل ذکر تھیں اور جرمنی کے فاشزم نے امریکہ برطانیہ فرانس اور روس کو ان کا ہمدرد بنا دیا تھا۔ ان متحدہ طاقتوں نے جرمنی کے یہودیوں کے لئے بھاری تاوان وصول کیا اس سے بھی فلسطین کے لیے یہودی مہاجرت میں بڑی آسانی ہوئی۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ۱۸۸۲ تا ۱۹۴۴ فلسطین میں یہودی مہاجرت کے پانچ ریلے آئے اور اس ۶۴ سالہ مہاجراتی مرحلوں میں یہود کی تعداد فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لائق ہو گئی۔

۱۸۳۹ کی مردم شماری کے مطابق پورے فلسطین میں یہودیوں کی تعداد چھ ساڑھے چھ ہزار تھی اور آدھی یہودی آبادی قدس میں تھی اور فلسطین عربوں کی تعداد تیس لاکھ تھی۔ ایک ہی سال کے اندر پھر یہود کی تعداد ساڑھے دس ہزار ہو گئی۔ ۱۸۸۰ میں فلسطین میں نو آباد یہودیوں کی تعداد پچیس ہزار ہو گئی۔ ان کی نصف تعداد قدس میں آباد تھی۔

۱۸۹۷ تک تمام عالمی دباؤ اور ترغیب وترہیب کے باوجود فلسطین میں یہودیوں کی تعداد پچاس ساٹھ ہزار کے درمیان رہی۔ یہ تعداد بھی خلافت عثمانی کی اسلامی پالیسی کے علی الرغم تھا اور انتظامیہ میں رشوت اور بدعنوانی کا نتیجہ تھا۔ ۱۸۸۲ء میں یہودی مہاجرت کا جو پہلا ریلا رشیا اور مشرقی یورپ سے آیا تھا اور یک بیک ان کی تعداد ۲۵ ہزار سے پچاس ساٹھ ہزار ہو گئی یا ۱۸۳۹ میں ساڑھے چھ ہزار سے ۱۸۹۷ تک ان کی تعداد پچاس ہزار ہو گئی یہ سب فلسطین انتظامیہ کی بدعنوانی اور رشوت خوری کا نتیجہ تھا ورنہ سلاطین عثمانیہ کی پالیسی کے یہ بالکل خلاف تھا۔

یہودیوں اور صلیبیوں کی سازشوں سے عثمانی سلاطین پوری طرح آگاہ تھے اور فلسطین میں صدیوں کے صہیونی مطامع اور صلیبی حقد سے باخبر تھے۔ جب فلسطین کے متعلق عالم

صہیونیت اور عالم صلیبیت کی مشترکہ سازشیں بڑھنے لگیں تو ۱۸۵۵ میں عثمانی خلافت نے ایک قانون بنایا جس کے مطابق فلسطین میں غیر فلسطینی زمین نہ رکھ سکتا تھا نہ خرید سکتا تھا۔ اس لیے چالیس سال کے اندر ان کی تعداد زیادہ بڑھ نہیں سکی اور جو بڑھی انتظامیہ کے کرپشن کے سبب بڑھی۔ سلطان عبدالحمید ثانی کے دور میں (۱۸۷۷ تا ۱۹۰۹) میں صہیون وصلیب سازش پر کڑی نظر رہی۔ سلطان کے دور میں عالمی دباؤ بڑھا کہ یہود کو فلسطین میں آباد ہونے دیا جائے۔ امریکی سفیر اور دیگر سفراء کی کوششیں اس مسئلہ میں کلی طور پر ناکام ہوگئیں انہوں نے یہودی پیامبر کو بتلایا کہ فلسطین کو چھوڑ کر یہودی عثمانی سلطنت کے کسی خطے میں پرامن طریقے سے رہ سکتے ہیں۔ جون ۱۸۸۲ء میں سلطان نے فلسطین کے ذمہ دار کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ روس بلغاریہ اور رومانیہ کے یہود کو قدس میں داخل ہونے سے روکا جائے اور وہاں ان کے داخلے پر پابندی عائد کر دی جائے اور عثمانی سلطنت کے گورنروں کی انجمن کے نام فرمان صادر ہوا کہ یہود کو فلسطین میں آباد ہونے کی قطعا اجازت نہیں ہے۔ جب پھر یورپی ممالک کا دباؤ بڑھا تو اسی سال شاہی قوانین بنے کہ یہود فلسطین میں صرف مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے جا سکتے ہیں اور صرف تین ماہ ٹھہر سکتے ہیں اور یہ بھی طے پایا کہ عثمانی سلطنت کے یہودی باشندوں کے سوا دیگر ممالک کے یہودیوں کے لیے لازمی ہے کہ اپنی دینی شناخت کے لئے اپنا پاسپورٹ ساتھ میں رکھیں تبھی ان کو زیارت کے لیے محدود مدت کی اجازت مل سکتی ہے۔

فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کے لیے سارے دباؤ اور غیر قانونی راہوں کو بند کرنے کے لیے سلطان عبدالحمید ثانی نے ۱۸۸۷ء میں ایک قدم اور اٹھایا اور قدس کو دمشق کے صوبے سے کاٹ کر ایک الگ ضلع بنا دیا اور مخصوص خطہ، جس کا انتظام وانصرام براہ راست بارگاہ عالیہ آستانہ سے متعلق ہوگیا اور یافا کے بندرگاہ پر چوکسی کڑی کر دی گئی اور بدعنوان عملہ کو وہاں سے ہٹا دیا گیا اور قدس کے ساتھ شمالی فلسطین کے علاقوں میں ایمرجنسی لاگو کر دی گئی۔ اور اس سال یہودیوں کی فلسطین میں مدت زیارت تین ماہ سے کم کر کے ایک ماہ کر دی گئی۔ ان تمام قانونی اور عملی اقدامات سے یہود کی فلسطین مہاجرت پر مکمل پابندی عائد ہوگئی۔

برطانیہ فرانس اور امریکہ کے سفراء نے ترکی سلطنت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا جس کے نتیجے میں قدس اور مضافات قدس سے ایمرجنسی ہٹالی گئی اور زیارت کی مدت دوبارہ تین ماہ کر دی گئی۔

۱۸۹۲ء میں سلطان عبدالحمید ثانی نے قانون بنایا کہ فلسطین میں حکومت کی زمینیں عثمانی یا غیر عثمانی کسی یہودی کے ہاتھ بیچی نہیں جاسکتی ہیں۔اس طرح عثمانی سلطنت کے شہریوں کے لیے ممنوع قرار پایا کہ وہ یہود کے ہاتھ زمین بیچیں۔اس مرتبہ برطانیہ نے مداخلت کی اوراس قانون کے اثرات زائل ہوگئے اور اس سلسلے میں مختلف حقوق اور بین الاقوامی معاہدوں کے حوالے دیئے گئے۔اب تک فلسطین میں یہودیوں کی تعداد چالیس ہزار ہوگئی۔

یہودیوں کی عیاریوں اوران کے مطالع کی راہ میں حائل سلطان عبدالحمید ثانی کو ہٹائے جانے کے بعد جمعیۃ الاتحاد والترقی کے ہاتھ میں حکمرانی کا باگ ڈور آیا انہوں نے ۱۹۱۳ میں ایسا قانون بنادیا کہ جیسے کل عثمانی سلطنت کی اراضی مع آراضیٔ فلسطین کی نیلامی کی بولی لگ گئی وہ تو کہیئے فلسطینی عرب اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوگئے اور پہلی عالمی جنگ شروع ہوگئی اس لیے یہ قانون موثر نہ ہوسکا ورنہ اس سال فلسطین بک گیا ہوتا اور یہودی ریاست قائم ہوگئی ہوتی۔بہرحال ۱۹۱۴ میں فلسطین میں یہودی مہاجرین کی تعداد بڑھ کر قریبا دس فیصد ہوگئی یعنی چار لاکھ کے قریب اور ڈیرھ فیصد فلسطینی اراضی کے مالک بن گئے اور ۱۹۴۸ میں ان کی تعداد عرب فلسطینیوں کے مقابلے میں ۳۷ فیصد ہوگئی اور سات فیصد آراضی کے مالک بن گئے۔

۱۸۸۲ میں جب روس بلغاریہ اور رومانیہ میں یہود پر زمین تنگ ہونے لگی تھی تو انھیں عثمانی سلطنت کے دیگر خطوں ترکستان اور عراق میں آباد ہونے کی اجازت مل گئی تھی۔ ۱۹۴۸ میں فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے بعد پھر ساری دنیا سے یہودیوں کی مہاجرت کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہی نہ رہی۔اوراب تک مہاجرت کا سلسلہ جاری رہے۔

☆ یهودی مهاجرت میں همه جهتی تعاون:

جب فلسطین اسلامی قضیہ نہیں رہ گیا۔سلطان عبدالحمید کے جانے کے بعد اسے عرب

قومیت کا مسئلہ بنا دیا گیا اور مسائل کو سیکولر اور لادینی نقطہ نظر سے دیکھا جانے لگا۔ ترک قوم پرستوں نے یہودیوں کے زیر اثر عثمانی سلطنت کی ساری ممتلکات اسلامیہ کو نیلام کا سامان بنا دیا انہوں نے ۱۹۱۳ میں یہودیوں کے لیے خاص کر ایسا قانون بنا دیا تھا۔

خود عربوں میں اسرائیل کے قیام سے پہلے فلسطین قضیہ قومی اور سیکولر بن چکا تھا۔ پھر وہ کلی طور پر برطانوی فرانسیسی استعمار کے زیر اثر تھے اور عثمانی سلطنت کے ٹکڑے کر کے استعماری اس کے وارث بن چکے تھے۔ ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا کہ کون کہاں بستا ہے اور کون کہاں آتا جاتا ہے اور کون عرب خطہ کس کے پاس جاتا ہے۔ شریف مکہ یعنی اردن کا ہاشمی گھرانہ اردن عراق اور فلسطین کا دعوی دار تھا اور برطانوی استعمار کا ایجنٹ بن چکا تھا۔ اس کے ایک فرد فیصل تھے جو عراق کے کنگ بنائے گئے۔ ۱۹۱۹ میں وایز مین صہیونی تحریک کے صدر اور ان کے درمیان معاہدہ ہوا تھا۔ اس کے بموجب عراق سے یہودیوں کی فلسطین ہجرت کے لیے ہر طرح آسانی فراہم کی گئی اور شاہ فیصل عراق نے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کے متعلق ہر تعاون کا یقین دلایا اور فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کے متعلق صہیونی ذمہ دار کے ساتھ پوری ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا۔ اس تخاذل کا نتیجہ تھا کہ اسرائیل کی اریک کے مطابق عراق سے ۱۹۴۸ تا ۱۹۵۲ دس لاکھ پنچانوے ہزار ۹۶ یہودیوں نے فلسطین کے لیے ہجرت کی اور عراق میں صرف بوڑھے یہودی اور یہودی بوڑھیاں رہ گئیں جو اسرائیل کے مطلب کی نہیں تھی۔ عراق میں ان کی تعداد اس لئے زیادہ تھی کہ ۱۸۸۲ میں جب رشیا میں ان کی نسل کشی شروع ہوئی۔ اسی طرح بلغاریہ اور رومانیہ میں ان کا اجتماعی قتل ہو رہا تھا تو سلطان عبدالحمید نے انہیں عراق اور ترکستان میں پناہ دی تھی۔

عراق کی یہودی مہاجرت مضحکہ خیز تھی۔ عراق کا ایک یہودی شہری موساد کا ایجنٹ تھا اس نے اور عربی فاشسٹ طاقتوں نے یہودیوں کو عراق سے نکلنے پر مجبور کیا اور ساوتھ افریقہ کی ایک ایرلائن کے ذریعہ قبرص پھر وہاں سے اسرائیل کے لد ایرپورٹ پر لایا جاتا تھا اس ٹرانزٹ میں بعض یہودی ادھر ادھر ہو جاتے تھے اس لئے پھر براہ راست بغداد سے

لداسرائیلی انٹرنیشنل ایرپورٹ انھیں منتقل کیا جانے لگا۔

اس طرح عرب قومیت پرست عرب کمیونسٹ عرب ملحد اور عرب منافق سبھوں نے اسرائیل کی طرف بلاد عرب سے یہودیوں کی مہاجرت میں تعاون کیا حتی کہ انھیں ترغیب ترہیب کے ذریعہ ہی نہیں مار پیٹ کر بھی بلاد عرب سے کھدیڑا گیا صہیونیوں کی مانگی مراد انہوں نے پوری کردی۔

یہودی ریاست اسرائیل کے قیام کے بعد ۱۹۵۰ء میں عرب ممالک مصر عراق لبنان سیریا یمن لیبیا تونس الجزائر مغرب اور بحرین میں یہودیوں کی کل مجموعی تعداد سات آٹھ لاکھ کے درمیان تھی ۱۹۹۲ میں یہ تعداد صرف تیرہ ہزار رہ گئی سب اسرائیل چلے گئے اور اب شاید ان کی سینکڑوں کی تعداد بھی نہ رہ گئی ہوگی۔ یہودی اکثریت فلسطین میں جا کر عرب اور اسلامی ممالک ہی سے جا کر بسی۔ ۱۹۴۸ء سے قبل بھی ان ممالک سے فلسطین جا کر آباد ہونے کی اچھی خاصی یہودی تعداد رہی ہوگی۔

عرب ممالک سے یہودی مہاجرت ۱۹۵۰ کے بعد اس طرح رہی مصر پچھہتر ہزار، عراق ایک لاکھ بیس ہزار، لبنان چھ ہزار سیریا تیرہ ہزار، یمن پچاس ہزار، لیبیا ۳۸ ہزار، تونس ایک لاکھ، الجزائر ایک لاکھ تیس ہزار، مغرب دو لاکھ اسی ہزار، بحرین چار سو، ترکی میں ۱۹۳۵ میں اٹھتر ہزار سات سو بیس یہودی تھے۔ ۱۹۹۲ میں چھبیس ہزار رہ گئے کیونکہ ترکی کے اسرائیل سے ۱۹۵۰ سے سفارتی تعلقات تھے اور اس نے یہودی ریاست کو تسلیم کر لیا تھا اور اقتصادی عسکری سیاسی ہر طرح ان کا اسرائیل سے تعامل تھا۔

وایزمین صدر عالمی صہیونی تحریک نے ۱۹۲۰ کے لگ بھگ بعض یورپی سربراہوں اور صلاح کاروں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم فلسطین میں پچاس لاکھ یہودیوں کو بسانا چاہتے ہیں اسے تعجب ہوا کہ جس رقبے میں دس لاکھ عرب آباد ہیں وہاں آپ کیسے پچاس لاکھ یہودیوں کو آباد کریں گے وایزمین ہنسا اور اس نے کہا عرب اپنی کاہلی اور کام چوری کے سبب گلزار کو صحرا بنا سکتے ہیں اور ہم صحرا کو گلزار بنا سکتے ہیں۔

اس وقت فلسطین میں یہود کی تعداد ساٹھ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں جب یہود کی فلسطین میں مہاجرت شروع ہوئی اس وقت فلسطینیوں کی تعداد تیس لاکھ تھی۔ اس وقت یہ تعداد کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ لیکن ان کا انجام کیا ہوا جب سے آوارہ یہودی یہاں آ کر بسنے لگے، فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے اجاڑنے لگے اور پھر مسلسل فلسطینیوں کو اجاڑا جانے لگا ۱۹۴۸ میں یہودیوں کو اسرائیل کے نام پر ۵۶ فیصد زمین ملی لیکن انہوں نے ۷۷ فیصد زمین پر قبضہ کر لیا اور دس لاکھ کے قریب فلسطینیوں کو عام جلاوطنی اور بربادی ملی۔ پھر ۱۹۶۷ میں دو لاکھ مزید خانماں برباد ہوئے۔ فلسطین کے ساڑھے تین سو شہر قصبات اور دیہات سے یہودیوں کے فساد ناجائز قبضوں اور ظلم و زیادتی کے سبب جلاوطن ہونا پڑا۔ اور اس وقت ساٹھ لاکھ سے زیادہ فلسطینی پناہ گزیں کی حیثیت سے زندگی گذار رہے ہیں۔ یہ تعداد کل فلسطینی آبادی کا ۶۷ فیصد ہے۔ اس وقت اسرائیل میں ۱۵ لاکھ کے قریب فلسطینی آباد ہیں۔ ۲۰ لاکھ غزہ پٹی میں اس سے زیادہ ویسٹ بینک میں اور بقیہ کیمپوں میں بکھرے ہیں۔ اس طرح شذاذ آفاق یہودی فلسطین میں عالمی قوتوں اور عرب و ترک قوم پرستوں، لوگوں کی غداریوں کے سبب آباد ہو گئے اور ۵ ہزار سالوں سے فلسطین میں آباد عرب فلسطینیوں کو اجاڑ دیا گیا اور فلسطینی ضائع ہو گئے۔ اور یہ سو سالوں میں لمحہ لمحہ ہوتا رہا اور اب تک ہو رہا ہے کتنا کرب ناک ہے یہ ضیاع اس کا درد کئی نسلوں کے ریشے ریشے میں سما گیا ہے۔

☆ ارض فلسطین پر یہود کا قبضہ

فلسطین کی زمینوں کو ہتھیانے اور یہودی ریاست قائم کرنے کے لیے یہود کے پاس اس وقت طاقت نہ تھی جب انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا اس وقت انہوں نے اپنی دولت اور مکر و فریب کو استعمال کیا دوسری حکومتوں کا سہارا لیا سازشیں کیں اور سفارشیں طلب کیں۔ اور آہستہ آہستہ وہ اس میں کامیاب ہوتے گئے۔ عثمانی سلطنت یہودی عیاریوں سے سب سے زیادہ باخبر تھی۔ اس نے ان کی چالوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ ان کے بے اثر

ہوتے ہی عرب اور ترک قومیت نے فلسطین میں یہودیوں کو آباد ہونے اور فلسطینیوں کو اجاڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ۱۹۱۳ میں ترک قوم پرستوں نے قانون پاس کر کے یہودیوں کو فلسطین میں زمین خریدنے، بستیاں بسانے اور عسکری وسیاسی حیثیت سے تیار ہو کر اس میں یہودی ریاست قائم کرنے کا پورا موقع دیدیا۔

۱۹۱۴ سے پہلے فلسطین میں یہودی صرف ڈیڑھ فیصد زرعی زمین خرید سکے لیکن اس کے بعد ۱۹۴۸ تک یہودی ریاست قائم ہونے سے پہلے فلسطین کی صرف سات فیصد زمین خرید سکے ۱۹۰۷ تک پورے فلسطین میں ان کی ۲۷ بستیاں تھیں۔ ۱۹۱۴ میں ان کی ۴۷ بستیاں آباد ہو گئیں۔ ۱۹۲۲ میں ان کی تعداد ۷۱ ہوگئی۔ ۱۹۴۴ میں بڑھ کر یہ ۲۵۹ تک پہنچ گئیں اور یہودیوں کو فلسطین میں قدم رکھنے کی جگہ ملی اور وہ اپنی تمام تیاریوں اور عیاریوں کے ساتھ پھیلتے اور فلسطینیوں کو وطن گھر اور زمین سے بے دخل کرتے گئے ۱۹۱۴ کے بعد کس تیزی سے وہ فلسطین کی زمینوں کے مالک بنتے چلے گئے اور کس طرح آسانی سے فلسطین عربوں کے وطن میں بے دھڑک آباد ہوئے بڑھنے لگے۔ اس حقیقت کو جاننے کے لیے یہ اعداد وشمار پیش نگاہ رہیں۔

پہلے بیان ہوا کہ ۱۹۱۴ سے پہلے یہود فلسطین کے کل رقبہ کے ڈیڑھ فیصد کے مالک تھی لیکن اس کے بعد ۱۹۱۴۔ ۱۹۱۷ کے وقفے میں انہوں نے ۱۶۱۳۷ ایکڑ زمین حاصل کر لی اور ۱۹۱۸ میں بڑی تیزی سے انہوں نے (۳۳۳۲۵) ایکڑ زمین حاصل کر لی جو قریبا فلسطین کی ۲۰ لاکھ قابل زراعت زمین کا تین فیصد حصہ ہے۔ یہودی ریاست کے قیام سے پہلے ۱۹۴۸ میں یہود نے فلسطین کی ۷ فیصد زمین ہتھیا لی تھی اس وقفے میں مذکورہ ساڑھے تین لاکھ ایکڑ کے علاوہ انہوں نے مزید ساڑھے چار لاکھ ایکڑ زمین حاصل کر لی تھی۔

جب ۱۹۴۸ میں فلسطین کو دو ملکوں میں تقسیم کرنے کی یورپی قزاقوں نے قرارداد پاس کی اس کے مطابق یہودی ریاست کو ۵۶ فیصد فلسطین کا علاقہ ملا اور فلسطین کے اصلی مالکوں کو صرف ۴۴ فیصد، لیکن یہودی غاصبوں نے ۷۷ فیصد فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۹۶۷ کی

جنگ میں پورا فلسطین اور اس سے کہیں زیادہ رقبہ اس کے ہاتھ میں آیا۔

فلسطینیوں کو جو ۴۴ فیصد علاقے اقوام متحدہ کے کفن چوروں کے فیصلے کے مطابق ملے تھے اور اس بندر بانٹ کو بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ مانا گیا تھا وہ بھی ضائع ہو گیا۔ اسے غاصب یہودی ریاست نے قبضہ کر لیا اور ۴۷ سال گذرنے کے بعد بھی یہ علاقہ یہودیوں کے ناپاک وجود سے خالی نہ ہو سکا ان میں بھی برابر بستیاں بسائی جارہی ہیں اور دنیا کے احتجاج کے باوجود، بستیوں کے بسانے کا سلسلہ جاری ہے۔ سارے عالم میں اسرائیل سے زیادہ ہٹ دھرم ظالم من مانی کرنے والا کوئی ملک نہیں ہے لیکن پھر بھی سارا عالم صلیبیت اور کفر والحاد اس کے ساتھ ہے۔

☆ مصالحت کا ڈرامہ

۱۹۹۳ میں مختلف ملکوں کی وساطت سے پی ایل او اور اسرائیل کو بات چیت اور گفتگو کے ٹیبل پر بٹھایا گیا امریکہ کی نگرانی میں دیگر یورپی اور عربی ممالک کی رضا مندی سے فلسطین ریاست قائم کرنے کے لیے معاہدے ہوئے اور پی ایل او نے پر امن طریقے کو اپنانے کا عہد کیا فلسطینی اور عرب ۱۹۶۷ء سے ماقبل ۴۴ رفیصد فلسطین کی زمین کا دعوی بھی چھوڑ چکے تھے۔ غزہ پٹی اور ویسٹ بینک کے علاقوں پر انہوں نے قناعت کر لی لیکن اسرائیل نے اپنے سابق حکمرانوں کے معاہدوں کو بھی تسلیم نہیں کیا اور علی الاعلان اریل شاروں نے پہلے اور نتن یاہو نے اس کے بعد بتادیا کہ وہ فلسطینیوں کے ساتھ کسی معاہدے کو تسلیم نہیں کرتے۔

فلسطین اتھارٹی کے چیرمین پہلے یاسر عرفات بنے انھیں بے بس بنادیا گیا اور زہر دے کر انھیں بڑی بے رحمی سے مار دیا گیا۔ بیس سالوں سے یہ تماشا جاری ہے دنیا نے فلسطینیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر یہودی بھیڑیئے کے سامنے ڈال دیا ہے۔ نہ وہ اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے لڑ سکتے ہیں۔ نہ پر امن طریقہ جسے اپنایا گیا ان کے کسی درد کا مداوا بن سکا۔ فلسطین اتھارٹی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور غزہ پٹی پر حماس کی اسرائیل کے ساتھ مقاومت جاری ہے دیکھئے کب تک دنیا کے ظالموں کا یہ ڈراما چلتا رہے گا۔

بیسویں صدی میں فلسطین عربوں کے ساتھ صہیونی اور صلیبی استعماریوں نے وہی سلوک کیا ہے جو وہ آسٹریلیا ساؤتھ اور نارتھ امریکہ کے اصل باشندوں ریڈانڈین اور ابروجنی کے ساتھ کیا ہے جس طرح ظلم و جبر فریب اور دھوکہ کے ساتھ ان کی نسل ہی ختم کردی گئی اور ان کی زمینیں ہتھیالی گئیں۔ وہی پورا عمل فلسطین میں دہرایا گیا۔

یہ ظلم وزیادتی، یہ سوسالوں سے فلسطینیوں کی جلاوطنی بے گھری اور ناحق ان کی خوں ریزی اور ان کے اجتماعی بے عزتی نسل کشی آخر کیوں؟ کیا اس کائنات ارضی میں اندھیر نگری ہے کہ جو جس کو چاہے اجاڑے اور دوسروں کو چین سکون اور عزت سے جینے نہ دے ظاہر ہے ایسا نہیں ہے سارا نظام اللہ تعالیٰ چلاتا ہے۔ انسان جب اصولوں کے مطابق زندگی گذارتا ہے اللہ تعالیٰ کے مہیا کردہ اسباب حیات کو صحیح طور پر استعمال کرتا ہے عدل وانصاف قائم رکھتا ہے باہم مل جل کر سماجی اور اجتماعی زندگی گذارتا ہے اپنی ساری عملی وفکری قوتوں اور صلاحیتوں کو بجا طور پر استعمال کرتا ہے تو اسے کامیابی ملتی ہے۔ لیکن جو ان تمام حقائق کو نظر انداز کردیتے ہیں اور سلبیات کو زندگی میں داخل کرلیتے ہیں وہ اس دنیا میں پس کررہ جاتے ہیں۔ فلسطینیوں کے ساتھ ایک سوسال سے زیادہ اپنوں اور غیروں کی ہزار ہا خیانتیں اور غداریاں۔ خود ان کے اندر بھانت بھانت کے افکار وخیالات کے حاملین نے بھی انہوں نے اپنی راہ گم کردی اور تاریکیوں میں بھٹکتے رہے۔ اپنوں اور غیروں نے فلسطینیوں کو بے وطن مجبور اور بے کس بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ مختلف مراحل میں ان کے لئے مشکلات بڑھتی گئیں۔ ۱۹۱۴ میں جب ترک قوم پرستوں نے فلسطین کی زمین بیچنے پر عائد پابندی اٹھادی اور صلیب وصہیون کے دباؤ میں فلسطین کی زمینوں کو نیلام کا بازار بنادیا۔ اس وقت فلسطینی مجبور و بے کس ہوگئے اور ان کے پیروں تلے زمین کھسکنے لگی۔ ۱۹۱۷ میں جب فلسطین پر برطانیہ کے صلیبی استعمار کا انتداب قائم ہوا اس وقت فلسطین ضائع ہونے لگے پھر ۱۹۲۰ میں جب فلسطین میں یہودی ایجنسی قائم ہوگئی ان کی بے وطنی کا سامان ہونے لگا۔ اور جب ۱۹۴۸ میں استعماریوں نے مسلمانوں اور کمزوروں کے خلاف سازش اور جاسوسی کی

اور عالمی ادارے اقوام متحدہ میں کفن چور ملکوں نے فلسطین کو اسرائیل اور فلسطین دو ملکوں میں تقسیم کر دیا۔ اسرائیل کے نام سے یہودیوں کی ریاست بن گئی اور کٹا پٹا فلسطین فلسطینی عربوں کو دیا گیا۔ ۵۶٪ فیصد زمین اسرائیل کے لیے الاٹ ہوئی اور ۴۴٪ فیصد فلسطین کے لئے۔ لیکن یہودیوں نے جبراً ۷۷٪ فیصد زمین عربوں سے چھین لی پھر ۱۹۶۷ء میں سب کچھ چلا گیا۔ شروع سے اب تک فلسطینیوں کی مقاومت جاری تھی لیکن ۱۹۹۳ء میں جب یہود اور اسرائیل درمیان مذاکرات شروع ہوئے تو نتیجہ جنوری ۲۰۰۱ میں طابا میں یہاں تک پہنچا۔

۱۔ فلسطین اتھارٹی کو ویسٹ بینک رقبے کا ۹۴ تا ۹۶ فیصد حصہ ملے گا۔ جس پر فلسطین ریاست قائم ہوگی۔

۲۔ اس رقبے کا ۵ فیصد حصہ اسرائیل کے ہاتھ میں رہے گا جس میں تین گروپ میں یہودی بستیاں بسائی جائیں گی جو فلسطینی خطے میں ۸۰ فیصد یہودی بستیاں ہوں گی۔

۳۔ مدینہ القدس کا علاقہ جس پر یہود کا قبضہ ہے وہ یہود کے پاس رہے گا اور جس پر فلسطینی عربوں کا قبضہ ہے وہ ان کے پاس رہے گا پھر پانچ سال کے لیے اسرائیل اور فلسطین کا مشترکہ ادارہ قائم ہوگا جو مقامات مقدمہ کی نگرانی کرے گا پھر دونوں فریق طے کریں گے کہ مدینۃ القدس پر کس کی سیادت قائم ہوگی۔

۴۔ اسرائیلی فورس ایمرجنسی کے حالات میں فلسطینی خطوں کا کنٹرول کرے گی اور چھ سالوں تک اردن کے نشیبی علاقے میں اسرائیلی حفاظتی دستے کی تعیناتی بطور انتقالی مرحلے کے رہے گی۔

۵۔ ایک ادارہ کا قیام جس کا کام ہوگا پناہ گزیں فلسطینیوں کی فلسطینی ریاست میں بازآبادکاری اور نقب میں حالوسیتا کے علاقے میں ان کے لئے ایک نیا شہر آباد کیا جائے گا اس کے آباد کرنے میں اسرائیل مدد کرے گا اس طرح ایک سسٹم قائم کیا جائے گا تاکہ پناہ گزینوں کو تاوان دیا جا سکے۔

بعد میں اس معاہدے کو یہود براک اور اریل شارون نے مسترد کر دیا اگر ان کا نفاذ بھی ہو جاتا ہے تب بھی اس کا مطلب تھا۔

ا۔ ۱۹۶۷ سے قبل فلسطین کی غصب کردہ زمین پر صہیونی حکومت کی مکمل سیادت کا اعتراف۔

۲۔ ۱۹۶۷ کے بعد فلسطین کی زمین اسرائیل کے قبضے کا ہمیشہ کے لیے اعتراف اور تبعیت۔

۳۔ ملک کے اندر اور باہر فلسطینیوں کے حقوق کی پامالی۔

یہودی براک نے کیمپ ڈیوڈ ثانی کے سارے مباحثات اور طابا (سینا مصر) کے سارے مباحثات اور بل کلنٹن کے مشروعات اور معاہدوں کو رد کر دیا اور اریل شاروں نے اس سے بڑھ کر اپنی اسٹراٹیجی یہ بنائی۔

ایسٹ بینک عظیم اسرائیل کا اٹوٹ حصہ ہے۔ (۲) شرق اردن اسرائیلی کا تاریخی جز ہے (۳) عظیم اسرائیل کا رقبہ نیل سے فرات تک ہے (۴) دنیا کے سارے یہودی عظیم اسرائیل میں جمع کیے جائیں گے (۵) پناہ گزیں فلسطینیوں کے لئے اب فلسطین میں لوٹنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے (۶) ویسٹ بینک میں ۲۰ لاکھ سے زیادہ یہودیوں کے لئے بستیاں بسائی جائیں گی (۷) قدس ہمیشہ کے لئے اسرائیل کا دارالسلطنت رہے گا اور مسجد اقصی کو گرا کر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر ہوگی۔

اسرائیل میں چاہے لیبر پارٹی کی حکومت رہی چاہی لیکود کی چاہے قومی تحالف کی سب کا رویہ فلسطینیوں کے حق نہایت ظالمانہ رہا۔ بن غوریون گولڈرا ماثر منا حیم بیگن۔ یہود براک نتن یاہ اور اریل شارون ہر ایک نے فلسطین کو تباہ کر دینے کی پالیسی اپنائی۔ لیبر پارٹی کے وزیر اعظم نے فلسطینیوں کے ساتھ تھوڑی سی نرمی دکھلائی تھی اور مسالحت کا رویہ اپنایا تھا لیکن ان کا قتل ہو گیا۔

☆ مرحلہ وار فلسطین کا ضیاع

شروع سے اب تک فلسطین کے ضائع ہونے کی کہانی کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ فلسطین کے تقسیم کرنے کی قرار داد اقوام متحدہ میں پاس ہوئی اسے فلسطینیوں نے نہیں مانا۔ پھر تمام پاس کردہ بین الاقوامی قراردادوں کو مان لیا گیا۔

۲۔ اسرائیل کو یہودی ریاست کی حیثیت سے تسلیم کرنے کا مطالبہ ہوا۔ اسے رد کر دیا گیا پھر اسے تسلیم کیا گیا اور ان کے ساتھ پر امن طور پر رہنے کے لئے مان لیا گیا۔

۳۔ فلسطین کو آزاد کرنے کی بات طے تھی اور دریا سے سمندر تک پورے خطے کی آزادی کی بات تھی پھر ساڑھے ستہتر فیصد علاقے سے تنازل اختیار کر لیا گیا اور باقی ساڑھے بائیس فیصد علاقے پر گفتگو اور مذاکرات کے لیے نشستیں ہوئیں۔

۴۔ اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کا سوال ہی نہیں تھا۔ فلسطین کی آزادی کا واحد راستہ مسلح مقابلہ اور جنگ طے تھی۔ پھر یہ مان لیا گیا کہ ۱۹۷۳ اکتوبر کی جنگ آخری جنگ ہے اور مسئلے کا حل محض مذاکرات ہیں۔

۵۔ اسرائیل سے تعلقات کے متعلق یہ طے تھا کہ عربوں کا تعلق اسرائیل سے نہیں ہوسکتا صرف اس کا بائیکاٹ۔ پھر عیاں و نہاں اس سے تعلق قائم کرنے کے لیے مسابقت۔

۶۔ فلسطینی پناہ گزینوں کے متعلق یہ طے تھا کہ سب کو اپنے گھر اور وطن لوٹنا ہے پھر یہ تجاویز آئیں کہ فلسطینیوں کو فلسطین سے باہر آباد کر دیا جائے یا کچھ کو فلسطین واپس آنے دیا جائے اور کچھ کو تاوان ادا کر دیا جائے۔

۷۔ مدینہ القدس کے متعلق طے تھا کہ یہی فلسطین کی دارالسلطنت رہے گا اور اس کا بٹوارہ نہیں ہوگا۔ پھر قدس کے مغربی حصے سے تنازل اختیار کر لیا گیا اور مشرقی حصے کے متعلق مذاکرات کرنے کی بات مان لی گئی۔

فلسطین اور فلسطینیوں کے ضیاع اور ارض فلسطین اور فلسطینیوں کے قضیے سے تنازل اور تخاذل کی یہ کہانی ہے۔ تنازل عرب ملکوں نے بھی کیا اور پی ایل او نے بھی کیا۔

☆ فلسطینی مقاوت اور دھوکے ہی دھوکے

انھیں ترک قوم پرستوں نے دھوکہ دیا۔ عرب قوم پرستوں نے دھوکہ دیا۔ پھر سیکولر پرستوں نے دھوکہ دیا۔ فلسطین کے پڑوس ملکوں نے دھوکہ دیا۔ خود فلسطینی یہودی عیسائی ان کے لیے دھوکے باز نکلے۔ فلسطین کمیونسٹوں اباحیت پسندوں سیکولر پرستوں نے انھیں دھوکہ دیا۔ برطانیہ فرانس امریکہ روس نے انھیں دھوکہ دیا اقوام متحدہ اوراس کی سیکورٹی کاونسل انھیں دھوکہ دیا۔ فلسطینی دنیا کے سب سے زیادہ مظلوم لوگ ہیں۔

جب یہود کا خطرہ بڑھا ۱۸۹۷ میں فلسطین میں ان کی ریاست قائم ہونے کا فیصلہ ہوا۔ اس وقت سے عثمانی سلطنت پر دباؤ بننے لگا کہ وہاں یہودیوں کو نئی بستیاں بسانے کی آزادی ملنی چاہیے۔ یہ بستیاں بسانے کے ساتھ ان کی حفاظت کے لیے عسکریت کا پورا انتظام کرتے تھے ان کا حربی مدار بڑھتا گیا فلسطینیوں کو ان کی یہ عسکری تیاری دیکھ کر تشویش ہورہی تھی وہ یہودیوں کی عسکریت کا جواب دینے کی کوشش کرتے تھے لیکن آقاؤں کے کہنے پر لوکل حکومت انھیں اس سے باز رکھتی تھی۔ ان کو اپنے دفاع سے باز رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی گئی اور جب بھی انہوں نے یہود سے مقاومت کی کوشش کی اپنوں اور غیروں نے انھیں ناکام بنادیا۔ جب فلسطین اسلامی کازنہ رہا ترکوں اور عربوں نے اسے قومی نظر سے دیکھا۔ پھر یہودی ریاست کے قیام کے بعد اسے سیکولر نظر سے دیکھا جانے لگا، سرمایہ دارانہ اور کمیونسٹ اورالحادی نقطہ نظر سے دیکھا گیا یا مغربی آقاؤں کے حکم پر ان کے پیروں پر بیڑیاں لگ گئیں۔ جب بھی نہتے فلسطینیوں نے یہودیوں کے سامنے مقاومت کی ٹھانی اوراس کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے انھیں روک دیا گیا ۱۹۰۹ میں انھیں اس سے روکا گیا ۱۹۱۴ میں ۱۹۱۹ میں پھر ۱۹۲۹ میں دیوار گریاں کی یہودی مکاری پر یہودیوں کے خلاف شورش ہوئی۔ ۱۹۳۰ میں شیخ عزالدین قسام نے یہودیوں کے خلاف اپنی فوج تیار کی اور یافا پر قبضہ کر کے یہودیوں کو فلسطین سے نکال دینے کا منصوبہ بنایا لیکن برطانوی استعمار نے ان کے اس مقدس عمل کو ناکام بنادیا۔

۱۹۴۸ میں جب فلسطین کو دوٹکڑے کردیا گیا اور یہودی ریاست اسرائیل کا ناپاک

وجود عمل میں آیا۔ اس نے اقوام متحدہ کے کفن چوروں کے غاصبانہ فیصلے ۵۶ فیصد ساڑھے اکیس فیصد ۷۷.۵ زیادہ فلسطین کی زمین ہتھیالی اس وقت فلسطینوں کے سوا دینی جماعتیں خاص کر (الاخوان المسلمون) نے اسرائیل پر دھاوا بول دیا اور قریب تھا اسرائیل کا وجود مٹ جائے لیکن جمال عبدالناصر نے انھیں روک دیا اسے کہاں سے یہ حکم ملا ظاہر ہے مغربی آقاؤں نے ایسا کرنے کو کہا نتیجہ جیتی جنگ فلسطینی ہار گئے۔ یہی نہیں فلسطین کے رہنماؤں کو بے دین حکمرانوں نے رسوا کیا اور انھیں قوم کی نگاہ میں ناقابل اعتبار بنا دیا۔ مفتی اعظم فلسطین شیخ محمد امین حسینی کے ساتھ یہی ہوا۔ اسرائیل کے قیام کے بعد اب فلسطینیوں کے لیے ناممکن ہوگیا کہ یہودی ریاست کا مقابلہ کرسکیں۔ اب یہودی فلسطین پر حکمراں ہی نہ تھے بلکہ سارا عالم غرب اور دنیا کے ساری یہودی اور ان کی دولت عیاری تعلیمی لیاقت اور صنعتی مہارت ان کے ساتھ تھی اور حکومت قائم ہوجانے کے بعد ان کے لئے بہت آسان ہوگیا کہ یہودی ریاست کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کریں۔

فلسطین دھوکے کھاتے رہے پھر بھی اپنی شناخت کے ساتھ مورچے پر ڈٹے رہے انہوں نے یہودی ریاست کے قیام کے بعد اب تک یہودیوں سے مسلسل جنگیں لڑی ہیں ۱۹۵۶ میں انہوں نے اسرائیل سے مسلح جنگ لڑیں۔ لیکن ناکام رہے۔ ۱۹۶۷ میں اسرائیل سے جنگ ہوئی اور سات عرب ممالک نے اس میں حصہ لیا اور اسرائیل سے بیس گنا زیادہ عرب فوجیں اس میں شریک ہوئیں لیکن انھیں باہمی غداریوں اور نفاق کے سبب رسوا کن شکست ہوئی اور اسرائیل نے فلسطینیوں کے باقی بچے ساڑھے بائیس فیصد قریبا ۵ ہزار مربع کلومیٹر کے رقبے کو بھی چھین لیا اور فلسطین بے زمین ہوگئے اور عملا اب تک ان کے پاس کچھ زمین نہیں ہے کیمپ ڈیوڈ اور طابا کے مباحثات اور معاہدے کے بعد وہ فلسطین پر دعوی داری سے بھی دست ہوچکے ہیں اور اسرائیل ان معاہدوں کو رد بھی کر چکا ہے اس کے سوا اسرائیل نے مصر کے علاقے سینائی پر قبضہ کرلیا۔ نہر سویز اس کے کنٹرول میں چلا گیا۔ شام کے لئے علاقے گولان ہائٹ اور دیگر علاقے پر اس کا قبضہ ہوگیا اردن کے علاقے پر اس کا

قبضہ ہوگیا۔یعنی اسرائیل اقوام متحدہ کے فیصلے کے مطابق فلسطین میں قریبا ۱۲ہزار مربع کلو میٹر کا حق دار تھااوراس نے عربوں سے اس سے ۸ گنا زیادہ زمین پر قبضہ جما کر بیٹھ گیا۔

اکتوبر۱۹۷۳میں رمضان کے مہینے میں مصر نے پوری تیاری کے ساتھ اسرائیل کے ساتھ جنگ لڑی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کے سارے مقبوضات اسے واپس مل گئے اور اسرائیل کواندازہ ہوگیا کہ وہ خطے میں مطلق العنان ریاست بن کرنہیں رہ سکتا۔ بہرحال مناحم بیگن کے زمانے میں انورالسادات نے اسرائیل سے ۱۹۷۷میں صلح کر لی اوراس کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی قائم کر لیے۔اس پر عربوں میں بڑا غیض وغضب رہا اورمصر کا بائیکاٹ بھی ہوالیکن یہ اپنی جگہ طے ہے کہ پوری پون صدی میں یہودیوں کے لیے سب سے بڑا دھماکہ ۱۹۷۳کی جنگ تھی۔اس جنگ کے بعد یہودی ریاست کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔اس جنگ سے فلسطینیوں کی مورال بوسٹنگ ہوئی اوران کوحوصلہ ملا۔

☆ پی ایل او

۱۹۶۴میں عرب لیگ کی قاہرہ میں میٹنگ ہوئی اورناصر کے اشارے پر یہ طے پایا کہ فلسطینیوں کے مختلف گروپوں کی ایک سیکولر تنظیم بنائی جائے جوفلسطین ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد کرے۔اس فیصلے کے بعد۲جون ۱۹۶۴میں پی ایل او کا قیام عمل میں آیا آٹھ دس کمیونسٹوں قوم پرستوں اورسیکولر تنظیموں کواس سے جوڑ دیا گیا جس میں یاسرعرفات کی تنظیم الفتح کا سب سے زیادہ اہم رول تھا۔اس کا مرکز ویسٹ بینک رام اللہ شہر بنا۔اسے فلسطین قوم کی نمائندہ تنظیم کے طور پر سو سے زیادہ ملکوں نے تسلیم کرلیا۔جن سے اس کے ڈپلومیٹک تعلقات بھی قائم رہے۔بطور مشاہد اسے اقوام متحدہ کی بھی ممبرشپ حاصل تھی۔ اس کا مقصد تھا آزاد فلسطینی ریاست کا قیام اور مسلح جدوجہد کے ذریعہ ارض فلسطین کی دوبارہ واپسی۔اوراسرائیل کی یہودی ریاست کوتسلیم نہ کرنا۔۱۹۶۷میں جب اسرائیل نے پورے فلسطینیوں اوراردن کے حکمرانوں کوفلسطین سے جلا وطن کردیا۔۱۹۶۷سے ۱۹۷۱تک پی ایل او کا مرکز اردن میں قائم ہوا۔بلیک ستمبر میں فلسطینیوں اوراردن کے حکمرانوں کے

درمیان ٹکراؤ ہوگیا جس میں ۲۹ ہزار فلسطین مارے گئے اور پی ایل او کو ملک بدر کر دیا گیا پھر پی ایل او کا دفتر لبنان میں قائم ہوا ۱۹۷۱ سے ۱۹۸۲ تک پی ایل او کا مرکز لبنان میں قائم ہوا۔ پھر ان کے اور پر شیعہ جتھا الامل عیسائی ملیشیا اور اسرائیل نے فلسطینیوں پر مشترکہ حملہ کیا اور ان کو تباہ کیا گیا صابرا و شاتیلا کے فلسطینی پناہ گزینوں کے کیمپ میں تباہی مچی۔ آخر پی ایل او کو تونس جانا پڑا جہاں اس کا ہیڈ کوارٹر ۱۹۸۲ سے ۱۹۹۴ تک قائم رہا۔

پی ایل او کی ایک قومی مجلس عاملہ تھی جو سارے فیصلے کرتی تھی اور پی ایل او کی مسلح جدوجہد ۱۹۹۳ء تک جاری رہی۔ اس نے تیس سالہ جدوجہد میں بہت کچھ کھویا اور بہت کچھ حاصل کیا اور ساری دنیا میں اور بین الاقوامی بین براعظم اور علاقائی اسٹیجوں پر خود کو منوایا اور اس کی سیاسی حیثیت تسلیم کر لی گئی اور فلسطین کا قضیہ تسلیم کر لیا گیا۔ جب ساری دنیا انھیں رفض کرنے پر تلی ہوئی تھی اور انھیں تاریخ کے ظلمت کدے میں نسیا منسیا بنا دینے اور یہود کو مکمل راحت پہنچانے پر تیار تھی پی ایل او کی جدوجہد رنگ لائی۔ یاسر عرفات دنیا کے مظلومین اور استعماری طاقتوں کے تلے دبی کچلی قوموں کے ہیرو بنے ہوئے تھے بے شک انھیں اس کی بھاری قیمت چکانی پڑی اپنے وطن رام اللہ شہر میں ۱۹۶۷ میں اپنے مرکز سے انھیں اجاڑا گیا اردن میں انھیں اجاڑا گیا لبنان میں انھیں اجاڑا گیا لیکن ان کی مقاومت کم نہ ہوئی تل الزعز بہادری کی انہوں نے تاریخ رقم کی۔ اور بہت سے مواقع پر وہ مقاومت سے ہٹے نہیں۔ انہوں نے اسرائیل کی شکل میں عالمی صیہونیت اور عالمی صلیبیت کا تنہا مقابلہ کیا پی ایل او ایک آزاد ادارہ تھا اور فلسطینی خود اسے چلانے والے تھے وہ کسی ملک کے زیر اثر نہ تھے۔

☆ انتفاضہ

ان کا سب سے بڑا کارنامہ انتفاضہ تھا۔ پی ایل او ملک سے باہر اسرائیل سے مصلح جنگ لڑتی تھی۔ لیکن ۱۹۸۲ میں جب انھیں شیعہ عیسائی اور یہودی تینوں نے مل کر اجاڑ دیا تو انہوں نے باہر سے جنگ لڑنے کے بجائے اندر سے جنگ لڑنے کا پلان بنایا اور ابو ماذن حالیہ فلسطین اتھارٹی کے صدر اور یاسر عرفات کے جانشین محمود عباس نے ۱۹۸۷ میں اس

جنگ کی قیادت کی اور یہ جنگ تقریبا ۶ سالوں تک چلی۔ یہ ایسی جنگ تھی کہ دنیا نے اس سے قبل ایسی جنگ دیکھی ہی نہ تھی۔ میزائل کے مقابلے میں سنگ اندازی اور کلوخ اندازی اور بزعم خویش دنیا کی سب سے بہتر تربیت یافتہ اسرائیلی فوج کے مقابلے میں گلی ڈنڈا کھیلنے کی عمر کے بہادر بچے اورلڑکے۔ اس جنگ نے اسرائیل اور سرائیلی فوج کا کس بل نکال کر رکھ دیا۔ اسرائیلی فوج پاگلوں کی طرح بچوں کے پیچھے دوڑتی تھی۔ ساری دنیا کے لئے یہودی تماشا بن گئے ان کا مورال گرنے لگا فوج پاگل ہونے لگی اس کے فوجی نفسیاتی مرض کا شکار بننے لگے۔ ساری دنیا میں اسرائیل کی جگ ہنسائی ہونے لگی۔ اس کی معیشت روبزوال ہوگئی۔ ملک میں سیاسی عدم استحکام شروع ہوگیا یورپ اور امریکہ کے سے آئے ہوئے مہاجر یہودی اسرائیل چھوڑ کر بھاگنے لگے دنیا بھر میں فلسطینیوں کے لیے ہمدردی جاگ اٹھی میڈیا ان کے حق میں جانے بولنے اور لکھنے لگا۔ تجزیہ نگار انسانیت دوست سمجھ دار معاملہ فہم لوگ ساری دنیامیں ان کے حمایتی بن گئے۔ صورت حال صہیونی اور صلیبی استعمار پسند خوں خوار سیاست دانوں کے لیے پریشان کن تھی ظاہر ہے ان بچوں پر جو سنگ باری کرتے تھے بمباری نہیں ہوسکتی تھی۔ ان کے پیچھے اسرائیلی فوج گلی کوچوں میں پاگلوں کی طرح بھاگ رہی تھی۔ یہ جنگ فلسطینیوں کے لیے کم خرچ بالانشیں تھی۔ پورے ۶ سال سنگ وخشت باری کی جنگ چلی۔ ظاہر ہے اس کی قیمت فلسطینیوں کو چکانی پڑی۔ بہت سی گرفتاریاں ہوئیں بچے اور جوان مارے بھی گئے لیکن دس سالوں میں ایک ہزار بھی نہیں مارے گئے اس لیے یہ جنگ کم خرچ اور زیادہ موثر رہی۔

(۱) انتفاضہ ایک ایسی مقاومت تھی جس نے یہودی اسرائیلی پروپیگنڈے کی قلعی کھول دی۔ اس غاصب دشمن نے صہیونی اور صلیبی پروپیگنڈے سے دنیا کے ظالموں کو یہ باور کرکھا تھا کہ فسلطینی جارح ہیں ظالم ہیں اور یہودی مظلوم ہیں۔

(۲) سارے عالم میں دولت اسرائیل کی غاصبانہ حیثیت لوگوں نے جانا اور یہودیوں پرلعنت ملامت بھیجنے لگے۔

(۳) دنیا میں پبلک کی ہمدردیاں فلسطینیوں کے تئیں جاگ گئیں اور لوگ یہود کی بربریت سے آگاہ ہو گئے۔

(۴) فلسطینی عام پبلک بسالت شجاعت سے بھر گئی اور غاصب یہودی ریاست کے ساتھ مقاومت کے لیے سرشار ہو گئی اور دنیا کی مانی ہوئی فوج کو شکست فاش دیدیا اور اس کے مورال کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور حکومت اسرائیل سرگرداں اور حیران ہو گئی۔ اس کی معیشت تباہ ہو گئی منفی مہاجرت کا اسرائیل سے سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسرائیل کا شیطانی دماغ تھک گیا اسے کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ آخر سازشی اٹھے اور پہلے بیک ٹریک ڈپلومیسی چلی اور کامیاب رہی اور پھر یاسر عرفات کی ٹیم یہودی زعماء اور نمائندوں کے ساتھ میدان کی جیتی ہوئی جنگ ہار گئی اور سب کچھ حاصل کر کے یاسر عرفات صلیبی صہیونی اور عربی دباؤ کے تحت سب کچھ گنوا بیٹھے اور یہیں پی ایل او کا دور ختم ہو گیا۔ ۱۹۹۳ میں مڈریڈ میں پی ایل او نے اسرائیلی ریاست کو تسلیم کر لیا اور اسرائیل اور امریکہ نے اسے امن پسندی کی سرٹیفکٹ دیدی۔ اس مصالحت کے بعد پی ایل او کا دفتر تونس سے ویسٹ بینک میں واپس آ گیا اور فلسطین ریاست کے قیام کے لیے آس لگائے ہوئے ہے اور اس کے لیے فلسطین اتھارٹی قائم ہے۔ ۲۰۰۶ میں یاسر عرفات کو زہر پلیٹونیم ۲۲۰ دیدیا اور آہستہ آہستہ وہ ایک ماہ کے اندر فرانس کے ایک اسپتال میں فوت ہو گئے اور اب ان کی جگہ فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس ہیں۔ بیس سال بیت گئے لیکن اب تک فلسطینی ریاست کا کہیں نام ونشان نہیں۔

☆ حماس اور اس کی مقاومت

انتقاضہ کی شکل میں فلسطینیوں نے مقاومت کا جو تجربہ کیا تھا پی ایل او مصالحت کے بعد اس کو بھلا بیٹھی۔ ان کے اس تجربے میں تسلسل قائم نہ رہا۔ اب اس خالص فلسطینی مقاومتی تجربے کو حماس نے اختیار کر لیا۔ اسرائیل کے ساتھ پی ایل او کی مصالحت نے پوری قوم کو مایوس کیا۔ پی ایل او کے ساتھ سارے گرد و غبار خس وخاشاک بہ گئے۔ اب میدان کا رزار میں حماس اور ان کے ہم آہنگ لوگ رہ گئے ہیں اور اب پوری قوم پھر مقاومت کے

جذبے سے سرشار ہے اسرائیل فلسطین مصالحت ۱۹۹۴ کے بعد حماس کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوااور خالص دین پسند گروہ ان سے وابستہ ہونے لگاان کا بھی یہی طے شدہ مسئلہ ہے کہ فلسطینیوں کواپنے بل پر یہودی ریاست سے لڑنا چاہیےان کا بھی یہی نظریہ ہے کہ اگرچہ ابھی اسرائیل سے لڑنے کی طاقت فلسطینیوں میں نہیں ہےلیکن انتقاضہ جیسا مقاومتی عمل ان سےلڑنے سے زادہ مفید رہے گا یہی عمل اگر جاری رہےتو اسرائیل کا کس بل نکل جائے گا۔ اور پھر ایک دن تو آنے والا ہے اور طے ہے کہ یہودی ریاست کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی اور سارے یہودی اپنی مجرمانہ سرگرمیوں کےسبب مارے جائیں گے۔

حماس کی تحریکیت کا ایرانی روافض اورحزب اللہ سے ان کا تال میل ہے انتہائی درجہ علیحدہ ہے یہی اگر ان کے اندر سے دور ہوجائےتو ایک بہترین اورلائق مقاومتی گروہ ہے اورساتھ ہی فلسطین ریاست کے قیام کے لئے جن اسباب وسائل اورلیاموں کی ضرورت ہے وہ سب ان کے ذریعے فراہم ہوسکتے ہیں ان کے پاس ایک ریاست کے قائم کرنے اور چلانے کی ساری صلاحیت موجود ہے۔

اسرائیل فلسطینیوں کے سامنے اپنی تمام ترحربی صلاحیتوں اوروسائل کے باوجود خوفناک شےنہیں ہےان کے کھیلنے والے بچے جب اسے تماشا بنا سکتے ہیں تو پوری قوم کا کیا حال ہوگا۔ پہلے وہ سنگ باری کرتے تھےاب میزائیل کی بارش کرنے کی پوزیشن میں ہیں مقاومت تو جاری رہے گی بس ڈراس کا ہے کہ ان کی مقاومت کےثمرات چھن نہ جائیں۔ ایران اس وقت شرق اوسط میں سب سے بڑا مونسٹر ہےاوراعداء اسلام یورپ امریکا رشیا اورچین کا سب سے بڑاایجنٹ ہے۔حماس کا اس پر بھروسہ نہایت خطرناک ہے وہ انھیں عین وقت پر امریکا کےحوالے کرسکتا ہےاوردغا دے سکتا ہےاب بھی اس کےاسرائیل سے سفارتی تعلقات ہیں۔۱۹۵۰ سے ایران کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات ہیں پہلے یہ تعلقات عیاں تھےاب نہاں ہیں بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط اورفعال ہیں۔

اسرائیل ایک ڈرپوک ملک ہےاس کےسامنے بہت بڑی الجھن ہے کہ اگر اسرائیل

کی یہودی ریاست چلی جائے گی تو پھر یہودی یتیم بن جائیں گے اسی لئے وہ ہمیشہ بھرپور تیاری میں رہتا ہے اور اعدائے اسلام اس کا ساتھ دیتے ہیں اور فلسطینیوں کو ہر طرح کمزور کر دیتے ہیں تا کہ اسرائیل کے مدمقابل کھڑا نہ ہوسکیں اور جب بھی کسی طرح اس کے سامنے طاقت کا مظاہرہ ہو جاتا ہے صلح کرنے لگتا ہے جیسے ۷۳ کی جنگ کے بعد مصر سے صلح کی ہے اور اسرائیل سے تین گنا زیادہ زمین چھوڑ دیا یا جیسے انتقاضہ کے بعد صلح کے لئے بیٹھ گیا۔ حالانکہ اس کے عزائم اب بھی وہی ہیں۔ عظیم اسرائیل نل سے فرات تک یعنی مصر شام لبنان عراق اردن اور سعودی عرب میں مدینہ تک۔

بدلتی ہے جس وقت ظالم کی نیت
نہیں کام آتی دلیل اور حجت

ایک بھیڑیا اور ایک بکری کی کہانی ہے۔ دونوں ایک ندی پر پانی پینے آتے تھے۔ بھیڑیئے کی نیت بگڑ گئی بنے بنائے پرامن ماحول کے برخلاف وہ اسے کھانا چاہتا تھا لیکن کیسے کھائے اس کے لئے کوئی بہانہ چاہیے۔ ایک دن بکری دریا پر پانی پینے آئی۔ بھیڑیا بھی آیا دونوں پانی پینے لگے۔ بھیڑیئے نے یکا یک بکری سے کہا تو میرا پانی جھوٹا کر رہی ہے بکری نے کہا حضور پانی آپ کی طرف سے بہہ کر آرہا ہے جھوٹا تو میں آپ کا پی رہی ہوں آپ کا پانی میں کہاں جھوٹا کر سکتی ہوں۔ بھیڑیئے نے حیلے کے ترپ کا دوسرا پتہ پھینکا اور کہا بدتمیزی کرتی ہے تجھے اس کی سزا ملنی چاہیے اور پھر اسے چیر پھاڑ کر چٹ کر گیا۔

یہی کل کہانی اسرائیل اور فلسطین کی ہے تین اسرائیلی عورتوں کی اغوا کی کہانی اور اسرائیل کی فلسطینیوں پر یلغار بکری کی بدتمیزی اور بھیڑیئے کی چیرہ دستی ہے۔ یہودیوں کی تاریخ میں بھیڑیا تو اول روز سے داخل ہے یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو بزعم خویش بھیڑیئے کے حوالے کر دیا تھا اور اپنے ابا جان سے کہا تھا۔ (اسے بھیڑیئے نے کھا لیا گو ہم سچے ہیں مگر آپ ہم پر یقین نہیں کریں گے) اور دلیل کے طور پر خون آلود افسانوی قمیص بھی پیش کر دی تھی مگر انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا

اوراسے افسانہ قرار دیا۔اور ایک بار انھیں بھیڑیا صفت بتلایا۔

صدیوں کے بھیڑیا صفت یہودیوں کے اندر ان کی صفت پیک پر پہنچ رہی ہے اور نہتے فلسطینیوں پر ہیلی کوپٹر جہاز اور میزائل کی بمباری اور ٹینک توپ سے ان پر حملے اس کی دلیل ہیں اور بڑھتی صفت اس حد تک مکروہ ہو جائے گی کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان سے نفرت کرے گا اور اپنی نفرت کے اظہار کے لیے انھیں زبان مل جائے گی پھر دھرتی پر ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں رہ جائے گی۔

سوسالوں سے مسلسل صہیونیوں کی یلغار اور فلسطینیوں کی مقاومت جاری ہے۔ صہیونیوں کی لگا تار محنت منابرت، منصوبہ بندی، مالی استحکام، عالمی طاقتوں کی تائید اور معاونت عالمی پیمانے پر یہودی ریاست کے ساتھ یہودیوں کی معاونت اور منافقت نے اسرائیل کو نیوکلیر پاور کلب میں شامل کر دیا اور اسے ترقی یافتہ ملک بنادیا۔اسے دنیا کے طاقت ور ترین ممالک میں شمار کیا جاتا ہے۔

اور بے چارے فلسطینیوں کے ساتھ پہلے ہی دن سے اپنوں ہی کی طرف سے تخاذل غداری دھوکہ اور فریب کا سامنا ہے۔اپنوں ہی نے انھیں اجاڑا مارا اور تباہ و برباد کیا۔انھیں فی الواقع یکا و تنہا پا کر اسرائیل کی حکومت جس طرح چاہتی ہے مارتی اور تباہ کرتی ہے۔

فلسطین پر اسرائیل کا یہ چوطرفہ اور ہیوی ہتھیاروں سے حملہ اور فلسطینیوں کی مقاومت کا دسواں مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ ۱۹۹۳ء کے بعد مڈرڈ اوسلو کیمپ ڈیوڈ اور طابا کے امن معاہدوں اور پروگراموں کے بعد شروع ہوا۔اس مرحلے میں فلسطین اتھارٹی نے تنازلاتی سیاست اور تخاذل پسند رویہ اختیار کیا۔اس سے سیکولر فلسطینی اتھارٹی اور حماس میں دوریاں بڑھتی گئیں۔انتفاضہ کے ذریعہ مقاومت کے نویں مرحلے میں فلسطین قضیہ کو سو سال میں پہلی بار سارے عالم نے صحیح طور پر جانا تھا اور اس کی حمایت کی تھی لیکن اعدائے اسلام اور اسرائیل نے فلسطین کی میدان میں جیتی ہوئی جنگ کو بحث و گفتگو کے میز پر لا کر شکست میں بدل دیا اسرائیل کے آقا امریکہ کیمپ ڈیوڈ (امریکہ) اور طابا (مصر) میں فلسطین قضیہ

کے مختلف فریقوں کے درمیان مذاکرات مصالحت اور معاہدوں کے نام پر فسلطینیوں کو مایوس اور ناکام بنادیا اور اسرائیل نے ان خسران کے معاہدوں کو بھی ٹھکرادیا پی ایل او بھی ختم ہوچکی تھی۔ اب بچا کیا تھا فلسطین کے پڑوسی عرب ممالک اسرائیل سے مصالحت کر چکے تھے یا مصالحت کے موڈ میں تھے اور اسرائیل اپنے پرانے اڑیل رویے پر قائم تھا۔ اس نے دیکھا جیت اس کی ہے اور فلسطین اتھارٹی اس کے زیر دام آچکی ہے اور فلسطینی عوام کلی طور پر ضائع ہے اور ان کا مسئلہ ختم ہو چکا ہے سو سال کی مقاومانہ تحریک ختم مان لی گئی۔

حماس کے لیے یہ صورت حال ناقابل برداشت تھی۔ اس نے اپنے تعلیمی رفاہی عسکری اور تنظیمی کاموں کی بنیاد پر غزہ پٹی میں کلی طور پر عوام کا دل جیت لیا تھا ویسٹ بینک فلسطینی اتھارٹی کے زیر اثر رہا۔ آہستہ آہستہ دونوں کے درمیان دوریاں بڑھتی گئیں اور عوام پر اپنے اثرات کو برقرار رکھنے کے لئے دونوں کے درمیان کھینچا تانی بھی رہی اور حماس کے اندر مقاومتی جذبہ بھی بڑھتا گیا اور اسرائیل کی ان کے اوپر جارحیت بھی بڑھتی گئی حماس کے بانی شیخ یاسین اور ان کے بعد دوسرے نمبر کے لیڈر رنتیشی مار دیے گئے اس جارحیت کے سبب حماس کے اندر اسرائیل کے خلاف مقاومت کا جذبہ بڑھتا گیا۔

پھر فلسطین اتھارٹی کا انتخاب عمل میں آیا اور اس کے وزیر اعظم کے طور پر حماس کا آدمی چنا گیا یہ فلسطینی اتھارٹی کے لیے بہت بڑا شاک تھا اس نے بھی فلسطینیوں کے درمیان دوریاں بڑھادیں اور اسرائیل کو آگ بگولہ کردیا۔

ان تمام صورت حال کا فائدہ شیعہ لابی یعنی ایران حزب اللہ اور سیریا نے اٹھایا انہوں نے حماس کو اڈاپٹ کرلیا، شیعہ لابی کو دکھلانا یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کا سب سے بڑا خیر خواہ ہے اور ان کے تمام مسائل سے اسے دلچسپی ہے۔ ایران اسی طرح صورت حال کا استحصال کرتا ہے حماس کو بھی کسی پشت پناہ کی ضرورت تھی انہوں نے آسانی سے اپنے آپ کو ایران کے حوالے کردیا۔

اس طرح فلسطین کا دسویں مقاومتی مرحلہ رافضیت کے زیر سایہ آگیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ

سبائیت پرست اور یہودی دونوں مل کر فلسطینیوں کو پیٹ رہے اور پٹوا رہے ہیں۔

جب سے حماس نے اسرائیل سے مقاومت کی ٹھانی ہے اور اس نے پی ایل او کی جگہ لے لی ہے کلی طور پر وہ اور اس کی مانند فلسطینی تنظیمیں میدان کارگزار میں ہیں اور فلسطین اتھارٹی مقاومت کا تماشا دیکھتی ہے کچھ کر نہیں سکتی ہے، نہ کچھ کرنا چاہتی ہے، اس لئے حماس کے خطے میں غزہ پٹی ہی میں لڑائی ہوتی ہے۔

خود فلسطینی اتھارٹی اور حماس غزہ پٹی کے درمیان جنگ ہو چکی ہے دوریاں کافی بڑھ چکی تھیں جن کا نمٹارہ سعودی فرماں روا نے کیا تھا اور دونوں فریقین کو سعودی عرب بلا کر صلح کرادی تھی۔

☆ ایران کا اثر حماس پر

غزہ پٹی اور حماس کل فلسطین فلسطینیوں اور مجبور و مقہور فلسطین اتھارٹی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اسرائیل اور پی ایل او کے درمیان مسالمت کے بعد اسرائیل سے مقاومت کی راہ پر ہے المیہ یہی ہے کہ دنیا میں تسلیم شدہ فلسطینی اتھارٹی اسرائیل کے ساتھ مکڑ جال مصالحت میں بندھی ہے اور پڑوسی عرب ممالک اسرائیل سے صلح کر چکے ہیں اور اس سے لڑنے کے لیے حماس یا الجہاد الاسلامی ہیں: تماشا دیکھئے فلسطین کاز سے متعلق خود فلسطینی اکثریت اور پڑوسی عرب ممالک کلی طور پر متخاذلانہ مسالمت سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ اس کلی خاموشی کو یا سکوت مرگ کو دیکھئے اور دوسری طرف حماس اور اس کے آقا ایران وحزب اللہ اور شام کو دیکھئے وہ زیادہ سے زیادہ حماس کو بھڑکاتے ہیں اور اسے لکڑی کی تلوار دے کر اسرائیل سے لڑاتے ہیں اور سارے عالم میں مسلمانوں کی حمایت بٹورتے ہیں اور ایران کے دوست اسرائیل کو موقع ملتا ہے کہ غزہ پٹی کو تباہ و برباد کر دے اور اس خطے کے فلسطینیوں کی نسل کشی کرے۔

اسرائیل تو بدنیت تھا ہی اور خوگر ظلم و ستم بھی۔ اس خوکو کر ایران نے کربلا نیم چڑھا بنا دیا فلسطینیوں کی طرف سے کلوج نما میزائل اسرائیل پر گرتے ہیں جن سے نہ سر پھوٹتا ہے نہ

پرنالہ ٹوٹتا ہے اوراس کے جواب میں ان کے اوپر کارپیٹ بمباری ہوجاتی ہے اور بے شمار لوگ ہلاک ہوجاتے ہیں اوران گنت گھرتباہ ہوجاتے ہیں۔

جب سے حماس کا ایران سے تائید یافتہ اسرائیل سے مقاومت کا مرحلہ شروع ہوا ہے یک طرفہ طور پرغزہ کے فلسطینی مارے جاتے ہیں اورساری دنیا تماشائی بنی دیکھتی رہتی ہے۔

حماس کے رویے سے عرب کے لوگ کچھ خوش نہیں ہیں اور کیسے خوش رہ سکتے ہیں یہ روافض کی گود میں کچھ اس طرح جا بیٹھے ہیں کہ دوسرے خوش ہوں یا ناخوش۔ یہ روافض کو ضرورخوش رکھیں گے مثال کے طور پر جب شام میں ۸ فیصد نصیری روافض سے ۸۰ فیصد اہل سنت نے ۲۰۱۱ء میں آزادی کی جدوجہد شروع تو حماس اردن کے اخوانی، شام کے اخوانی اورمصر کے اخوانی بشاراسد کی حمایت میں آگئے اوراس کے ساتھ جا کھڑے ہوئے۔ برصغیر کے تحریکی جوعموماخودکودین وامت کاٹھیکدار سمجھتے ہیں اورسب سے زیادہ بے شعوری کا ثبوت دیتے ہیں۔انھیں اس کی خبر ہے کہ نہیں بہرحال انھیں اس کی خبر ہونی چاہیے تاکہ حزب النور اورسعودی عرب جوان کی زبان کاچٹخارہ بنے ہوئے ہیں ذرادوسرا چٹخارہ لے لیں۔

حماس یا اس کے جیسے ایسی غلطی کرنے والوں کے رویے سے پاس پڑوس کے اہل سنت کیسے خوش ہوسکے ہیں۔اس ماحول میں حماس کوکس طرح لوگوں کی تائید حاصل ہوسکتی ہے۔حماس کے اس مقاومتی مرحلے میں حماس تنہا پڑگئی ہے اور یہ جنگ فلسطینیوں کے ایک بہت چھوٹے جتھے کی جنگ بن گئی ہے اوران کو یرغمال بنا کر ایران اینڈ روافض پارٹی اہل سنت کو خاص کر بے وقوف بنارہی ہے اورفلسطینیوں کواسرائیل سے مروا کر اپنی اہل سنت دشمنی کا مظاہرہ کررہی ہے۔

۱۹۸۲میں لبنان کی الامل رافضی ملیشیا جس کا انکارنیشن حزب اللہ ہے فلسطینیوں کے ساتھ کیا غضب ڈھا چکی ہے رافضی ملیشیا، کرسچین ملیشا اوراسرائیل نے مل کر فلسطینیوں کو لبنان سے اجاڑا تھا ان کی نسل کشی کی تھی صابراوشاتیلاکیمپ میں ان پر قہر ٹوٹا، ان کا محاصرہ ہوا، ان کو جان بچانے کے لیے کتوں اوربلیوں اورمردوں کا گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا تھا

اوران کا ہیڈ کوارٹر تباہ کیا گیا تھا پی ایل او کو اپنا ہیڈ کوارٹر تونس میں منتقل کرنا پڑا تھا وہی الامل جو فلسطینیوں کی نسل کشی میں بدنام زمانہ ہو چکا تھا حزب اللہ کا نام اختیار کر لیا اور آج وہی حزب اللہ حماس کا ساتھ دینے کی بات کرتی ہے۔

☆ حماس کی بلا وجہ حراست

انسان کا خون کہیں بھی ہے۔ ہر انسان کو اس کے لیے درد ہونا چاہیے اور خاص کر مسلمانوں کا۔ حماس کے ساتھ اور غزہ پٹی کے فلسطینیوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ بہمیت ہے اور انسانیت کا خوں چکاں باب ہے۔ کسی طرح بھی یہ روا نہیں کہ کوئی ملک اس طرح نسل کشی کرے حماس کو پتہ ہے کہ اسرائیل دنیا کا بدترین دہشت گرد ملک ہے۔ سارے اسرائیلی حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان میں بھیڑیا صفت ہیں۔ رحم نام کی کوئی چیز ان کے اندر ہوتی نہیں ہے۔ پھر حماس کو یہ بھی پتہ ہے کہ فلسطینیوں کی کیا پوزیشن ہے۔ انھیں مسالمت کے مکڑ جال میں باندھ دیا گیا ہے وہ ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ انھیں یہ بھی پتہ ہے کہ ان کے پڑوس ممالک بھی کئی وجوہ سے ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسرائیل کے ساتھ لڑنے کی ان کے پاس طاقت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اسرائیل سے چھیڑ چھاڑ کرنا اجتماعی خودکشی کے برابر ہے۔ لوگ لاکھ شور شرابہ کریں جب امت مسلمہ کا انجز پنجر بکھرا ہوا ہے تو وہ کیا کر سکتی ہے بس یہی ہو سکتا ہے کہ ایران اور اس کے رافضی عیار ساتھیوں کے فریب میں لوگ آ کر اس کی تعریف کریں صہیون اور صلیب کے ساتھ مل کر ان کی غداری کو سراہیں اور مجبوروں کو گالی دیں۔

جس پر بیت رہی ہے ان کے بارے میں کچھ کہنا یہی ہوگا کہ شقاوت قلبی کا مظاہرہ ہو رہا ہے لیکن اسباب حیات کے استعمال کرنے نہ کرنے ان کے مہیا ہونے یا مہیا نہ ہونے کا انسان کی کامیابی یا ناکامی پر بڑا فرق پڑتا ہے۔ رافضیوں کے کھلونوں سے ان کو بہل نہیں جانا چاہیے۔ ان کو تلاش ہی رہتی ہے کہ اپنے اثرات بڑھانے کے لیے لوگوں کے لوپ ہول معلوم کریں اور ان کا استحصال کریں بھلا یہ کوئی تک ہے کہ نہ یار نہ مددگار نہ اسلحہ نہ

طاقت اور چند میلوں کے درمیان گھرے ہوئے اور خم ٹھونکیں زمانہ کے سب سے خونخوار بھیڑیئے سے لڑنے کے لئے۔۲۰۱۲ میں جنگ ہوئی۔۲۰ ارب ڈالر کا غزہ پٹی والوں کا نقصان ہوا سولہ سو مارے گئے ہزاروں زخمی ہوئے ہزار ہا ہزار گھر ڈھادئے گئے۔ سارا انفرسٹر کچر تباہ ہوگیا۔ اور سیاسی وحربی طور پر حاصل کچھ نہ ہوا مارے گئے دو تین اسرائیلی۔ دو سال بعد پھر وہی قواعد شروع اور پھر وہی میزائل گرانے کا کھیل اور حماس پر اسرائیل پر حملے کرنے کی قصرابیض کے قزاقوں کی طرف سے تہمت۔ جب زمانے کا حال معلوم ہے لوگوں کی عیاریاں عیاں ہیں۔ عرب ممالک کی کمزوریاں بھی عیاں ہیں۔ تو پھر لڑنے کا شوق پالا کیوں جائے۔ جان مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اسرائیل سارے اعدائے اسلام کا چہیتا ہے اس پر کچھ باضمیر انسانوں کے چلانے کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب سیکورٹی کاونسل کی پانچ سو سے زیادہ اپنے خلاف قراردادوں کو وہ رد کر چکا ہے تو پھر کسی کی پروا کر سکتا ہے۔

جب پورا فلسطین قضیہ قومی بن چکا ہے اور فلسطین اتھارٹی اسرائیل کے ساتھ مصالحت کے مکڑ جال میں پھنس چکی ہے تو کون جائے گا اسرائیل سے کہنے آبیل مجھے مار۔ پھر یہ کہ سو سال سے خیانتوں کا ایک سلسلہ ہے۔ جس نے فکر وبصیرت کی ساری صلاحیت عرب رہنماؤں سے چھین لی ہے۔ کس کو پڑی ہے کہ اس قضیے کے متعلق فکر کرے۔ ویسے بھی اسرائیلی مصالحت کے مکڑ جال میں پی ایل او کو فلسطینی اتھارٹی بنا کر عرب اپنے کندھے سے اسرائیل سے مزاحمت کا جوا تار چکے ہیں۔

☆ دور کے تماشائی

دور کے تماشائیوں کو جن کے آنگن خود گندگی سے پٹے ہیں اور جو خود اپنی کمیوں سے زار زار ہیں فیشن کے طور پر انھیں مصر کو اور سعودی عرب کو گالی دینے کا بڑا شوق چراتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے مصر نے سینا کا ۶۰ ہزار مربع کلو میٹر کا ایریا ۷۳ میں اسرائیل سے لڑ کر واگذار کرا چکا اور نہر سویز کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اب اس کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے کہ چند

سو کلومیٹر غزہ اسٹرپ کے لیے لڑنے جائے۔ جب مسئلہ محض قومیت کا رہ گیا ہے اور سیکولرزم ہر ملک کی زندگی کا فیکٹر ہے تو کون فلسطین کا قضیہ اپنا اسلامی قضیہ بنائے گا جب فلسطینیوں کی اپنی اتھارٹی کو اس جنگ سے کوئی غرض نہیں ہے تو دوسرے کیا کریں گے۔

ہر ایسے موقع پر سعودی عرب پر اس کے بدخواہ منافق اور کٹر دشمن ضرور کوسیں گے سعودی عرب امریکہ سے ملا ہے فلاں سے ملا ہے وہ کیوں کچھ نہیں کرتا سوال یہ ہے کہ سعودی عرب کیا کرے گا اسے تو اپنے تحفظ کے لالے پڑے ہیں گالی دینے والے سارے اس کی جڑ کھودنے پر تلے ہیں اور پھر اس سے امید کرتے ہیں کہ ان کی توقع کے مطابق اترے جب آپ اس کے لیے کوئی توقع نہ بن سکے تو آپ اس سے کس چیز کی توقع کر سکتے ہیں جب صدام نے سعودی عرب اور کویت پر یلغار کیا تھا اس وقت پی ایل او چیرمین یاسر عرفات صدام کے ساتھ تھے اور اسرائیل بھی صدامی گروپ کا حامی تھا ویسے دیکھا جائے تو اخلاقی طور پر سعودی عرب سے کسی کو کوئی توقع رکھنی ہی نہیں چاہیے یمن سوڈان اردن سب صدام کے ساتھ تھے۔

ایران کی جھوٹی تشہیر نے لوگوں کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ اس نے حماس کو اپنا پالک لے بنا کر فلسطین کاز کے ساتھ خریداری کی ہے اور اس کے سہارے دنیا میں اپنی حیثیت منوانے کی ناروا کوشش کی ہے۔ بلکہ اسے سازش کہیں تو زیادہ بہتر ہے۔

اس وقت عالم اسلام کے اندر شیعہ اور تحریکی حضرات کا باہمی تعاون اور منافقانہ رویہ اہل سنت کے لیے سخت مہلک ہے۔ اللہ تعالی صفوی آندھی سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین

آج مسلمانوں کی صفوں میں زبردست انتشار ہے اور اعداء اسلام کے سامنے خود سپردگی اور اپنوں سے بیزاری اور دوری بہت زیادہ ہے۔ اس لئے منافقوں اور مفاد پرستوں کو صورت حال سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا خوب موقع ملتا ہے ایسی حالت میں دشمن دوست اور اپنے پرائے ہو جاتے ہیں۔

اس وقت غزہ پٹی میں حماس کی حماست نے جو رنگ پکڑا ہے وہ بڑی آسانی کے ساتھ

یہ بن گیا ہے کہ صیہون اور سبائیت دونوں مل کر اسے تباہ کر رہے ہیں صیہونی دشمن کی شکل میں اور رافضی دوست کی شکل میں۔

☆ فلسطین کا مسئلہ اسلام اور کفار کے درمیان مقابلے کا مسئلہ ہے:

فلسطین کا قضیہ ایک سو سال سے زیادہ پرانا قضیہ ہے اور ایسا پر پیچ بن گیا ہے کہ فلسطین یہودیت عیسائیت اور اسلام کے درمیان جنگ کا مرکز بن گیا ہے فلسطین کا قضیہ حماس اور غزہ پٹی کا مسئلہ نہیں ہے اور ایران اور حماس اس کو حماس اور غزہ پٹی کا مسئلہ بنا کر عربی قومیت سے بھی اسے نیچے لے آئے ہیں جو ان کی بڑی بھول ہے۔ یہ کلی طور پر اسلام عیسائیت، اور یہودیت کی جنگ ہے یہودی عیسائی اسے عیسائیت اور یہودیت کا مسئلہ اول دن سے بنائے ہوئے ہیں اور مسلمان اسے اسلام کا مسئلہ بنانے کے بجائے پہلے اسے قومیت کا مسئلہ بنا بیٹھے پھر عرب قومیت کا مسئلہ بن گیا ہے پھر اسے فلسطینیوں کا مسئلہ بنا دیا گیا اور اب اسے حماس اور غزہ پٹی کا مسئلہ بنائے ہوئے ہیں۔ جس دن یہ اسلام کا مسئلہ بنے گا اور مسلمان اس کے اہل ہوں گے کہ اسے اسلام کا مسئلہ بنائیں اس دن یہودیوں کو فلسطین میں پناہ کی جگہ نہ ملے گی حجر و شجر ان کے وجود کو برداشت نہ کر سکیں گے۔

بروقت فلسطینیوں کو مرابط کی حیثیت سے وہاں جمے رہنا چاہیے جہاں وہ جم سکتے ہیں اور یہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ بہادر قوم گویا عالم یہودیت اور عیسائیت کے مقابلے میں مورچہ سنبھالے ہوئے ہے کیا یہ درجہ کم ہے شاید دنیا میں اتنی جی دار قوم کوئی نہیں ہے۔ اگر ان کی اسلام سے وابستگی ہے تو مرابطین کا ثواب ان کے لئے ان شاء اللہ طے ہے پھر کسی رافضی کی گود میں بیٹھ کر دین ایمان جان اور مال گنوانے کا کیا تک ہے۔

فلسطینیوں کو اس قدر محصور کر دیا گیا ہے کہ پہلے وہ اردن کے شہری بن کر اور اردن پاسپورٹ لے کر دنیا میں کہیں بھی جا سکتے تھے لیکن فلسطینی اتھارٹی بن جانے کے بعد ان سے یہ سہولت بھی چھین لی گئی ہے اور جب تک فلسطین اسٹیٹ نہیں بن جاتا ہے ان کی چلت

پھرت پر بھی قدغنیں ہیں۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کیا حماس کی حماست اور ایران کی اکساہٹ ایک غیر ضروری عمل ہے اور غزہ پٹی کو ویسٹ بینک سے کٹ کر اور اپنے تئیں فیصلے لینا نہیں مناسب ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ حماس کی تمام تر غیر ضروری حماست کے باوجود فلسطینیوں پر اسرائیل کی یلغار یک طرفہ ہے دنیا دیکھتی ہے کہ فلسطینی اسرائیل کے مقابلے میں نہتے ہیں۔ نہتے لوگوں پر کارپیٹ بمباری کرنا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر کر مارنا دنیا کے سارے انسانوں کے لیے شرم ونگ کا باعث ہے اور اس کی دلیل ہے کہ یورپی استعماریت پسندی اب بھی زندہ ہے جس نے ساؤتھ امریکہ آسٹریلیا اور افریقہ میں انسانوں کو کروڑوں کی تعداد میں جانوروں کی طرح گھیر گھیر کر مارا تھا۔

☆ عام مسلمانوں کا عجیب رجحان

واقعات عالم اور عالم اسلام کے احوال کو دیکھنے کا لوگوں کا عجب انداز ہے۔ نہ اسلامی نقطہ نظر سے آگاہ۔ نہ تاریخ سے باخبر، نہ عالمی اور علاقائی مؤامرات اور سازشوں سے آگاہی۔ جس کو دیکھو تھوڑا بہت قلم چلانا آیا اور اپنی آوارہ فکری، ذہنی انتشار، اوہام تعصّبات، تحزب پرستی اور باطل پرستی کو حکمت ودانائی کے نام پر اخبار اور فیس بک پر نظر آنے لگا۔ اس دور کی عجیب اباحیت پسندی اور مطلق العنانی ہے جس کو دیکھو افلاطون زمانہ بن جاتا ہے۔ نہ نظر نہ بصیرت۔

نہ معلومات، نہ مسائل کو سمجھنے، تجزیہ کرنے اور حل نکالنے کی صلاحیت۔ سیرت نہ کردار، نفس پرستی اور مصلحت ومفاد پرستی اور ذاتی اکتساب میں گم، مگر چونچیں لڑانے اور ٹرٹر کرنے کا ہر ایک کو شوق ہوتا ہے اور سارے شکم پروروں نفس پرستوں کی تان اس پر ٹوٹتی ہے سلاطین عرب یہ کر رہے ہیں، انہوں نے یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا اور یہ سب کہنے والے خود عقیدہ وعمل سیرت وکردار میں بے لباس ہیں، اباحیت تحریکیت علمانیت دل ودماغ میں گھسی ہے۔ سارے اباطیل پرست اعداء اسلام دشمنان دین وملت، بے دین وبے منہج اور مادر پدر آزاد

سب قابل معافی، لیکن تحریکیت اور علمانیت کے ترازو پر امارت وملوکیت کھری نہیں اترتی ہے اس لیے بس یہی گرفت میں، نفریں کے لائق، مسترد مرفوض ملامت زدہ، مذمت کے لائق۔ پیسہ لینا ہو تو سارے بھکاری منافقین ان کے در پر ناک رگڑنے کے لیے پہنچے ہوئے اور ان اوقات کے سوا ان کے لیے ان کی زبان پر گالی کے سوا کچھ نہیں۔ واقعہ یہ ہے اگر خیر ہے تو صرف انھیں کے اندر خواہ کتنا کم ہو یا کیسے بھی ہوں۔ بقیہ کہیں تو خیر دکھلائی ہی نہیں دیتا۔ علمانیت جس ملک میں ہے وہ خرابہ اور ویران، تحریکیت نبائیت اور مودودیت۔ جہاں کلبا رہی ہے وہاں فقط شر وفساد اور موامرت ہی موامرت، تشیع کے جنگی ریچھ کی طرح ہر طرف زہریلا جھاگ اڑا رہی ہے۔ شر ہی شر، حیات میں اس امارت وملوکیت کے افق پر اگر روشنی ٹمٹا رہی ہے تو ساری تحریکی بد دماغ اسے بھی بجھا دینا چاہتے ہیں۔

☆ پیچیدہ مسائل امت

مسائل امت امت کے ہاتھ میں رہ کہاں گئے ہیں۔ جب بھی چھوٹا یا بڑا امت کا مسئلہ اٹھا یا اٹھتا ہے شرق وغرب کے سارے شیاطین اس میں اپنی ناک گھسیڑتے ہیں اور اسے پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ فلسطین کا مسئلہ ایک سو سال سے زیادہ پرانا ہے اسے پیچیدہ کس نے بنا دیا ترک قوم پرستوں نے عرب قوم پرستوں نے اردن کے ہاشمی گھرانے فیصل، عبداللہ اور حسین نے، عراق سیریا اور مصر نے، ترکی اور ایران نے ترکی اور ایران نے بالکل ابتدا میں اسرائیلی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا اور یہودی ریاست سے رافضی اور کمالی حکومت کے بہت گہرے اور دوستانہ تعلقات تھے اور ہیں۔

فلسطینیوں کو تمام اباحی علمانی شیعی شیوعی قومی عربی وعجمی عناصر نے کبھی سنبھلتے طاقت ور بنتے اور انھیں اپنے پیر پر کھڑا ہونے ہی نہیں دیا۔ سرمایہ دار اور شیوعی کیمپ نے یہودی ریاست کو پالا پوسا اور آگے بڑھایا اور خود فلسطینی کمیونسٹوں قوم پرستوں نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور یہودی ریاست سے ساز باز کیا اور امریکہ نے اپنے لے پالک کو گود میں پالا اور فلسطینیوں کے ساتھ ہمیشہ غداری کی۔ ۱۹۹۳ کے بعد مکمل طور پر فلسطینیوں کو اسرائیل کے

سپرد کر کے انھیں بے دست و پا بنا دیا گیا۔

☆ حماس کا قدوقامت

خود عرب ریاستوں کو بھی یہ خطرہ ہمیشہ ستاتا رہا کہ اگر فلسطینی مضبوط ہو گئے تو وہ ان کی حکمرانی کے لیے پریشان کن نہ بن جائیں خود بعض ریاستوں نے مظلوم فلسطینیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا۔ان بگڑے ہوئے حالات میں اپنے ہاتھوں سے ضائع کردہ فلسطین فلسطینیوں اور فلسطین کے قضیے کو حماس کے تیر و تفنگ سے درست نہیں کیا جا سکتا ہے۔جب بھی یہ قضیے ابھرے گا دنیا کے بھیڑیئے آئیں گے اور فلسطینیوں کی چیر پھاڑ کریں گے جنگل کے اس راج میں عرب امراء وسلاطین نہ تین کے ہیں نہ تیرہ کے ان کو خود اپنی چمڑی بچانی مشکل ہو رہی ہے۔ضعف کمزوری کی یہ حالت صرف ان کی ہی نہیں ہے گھر سے لے کر حکومت تک پوری امت کا یہی حال ہے اس حمام میں سب ننگے ہیں کس پر کسی کی حالت ڈھکی چھپی ہے؟ عرب سلاطین کو طعنہ دینا طعنہ دینے والوں کے ذہنی افلاس اور سیرت و کردار کے دیوالیہ پن کی دلیل ہے۔

مسائل طعنہ دینے سے حل نہیں ہوتے بہت سے طعنہ دینے والوں کے دین پر ایمان ضمیر اور شعور کا بھروسہ نہیں پھر کس بوتے پر گل افشانی گفتار ہوتی ہے یہ محض دلی بغض و کینہ اور حسد کا اظہار ہے اور بس۔

مسلمانوں کی اپنی اعتقادی و عملی حالت درست نہیں۔دل و دماغ سیرت و کردار سب کو روگ لگ گیا ہے صحیح علم اور صحیح فکر کے بجائے افکار نظریات اوہام واباطیل نے قلوب واذہان میں جگہ بنالی ہے۔اس بگاڑ کے بعد کس خیر کی امید کی جا سکتی ہے قانونی الٰہی ہے۔

ان اللہ لا یغیروا ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم ۔لوگوں کی بری حالت اس وقت تک نہیں بدلتی جب تک لوگ اپنی جان کو لگے روگ کو نہ ختم کریں۔

زبانی جمع خرچ، زبان دارزیاں، شعلہ فشانی، آتش بیانی، تیز کلامی، طعنہ و تشنیع، گالی گلوج تہمت طرازی دشنام دہی مسائل کا حل نہیں ہیں۔ یہ فقط اندورنی فساد اور روگ کی

علامت ہیں بات دلیل کے ساتھ ہو تجزیہ و تحلیل ہو تو عیت مسئلہ کی وضاحت ہو تو بات سنی جاسکتی ہے اندھے جذبات اور شوریدہ سری سے مسائل بگڑ جاتے ہیں۔ اگر کسی کو یہ سودا سما جائے کہ وہ دین وملت کا ٹھیکیدار ہے اور شعور کی گٹھری اس کے پاس ہے اور ہے زیرو تو یہ ایک بڑا المیہ ہے۔

اس موقع پر منہجیت کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ جب اس کا التزام ہوتا ہے تو شوریدہ سری، سرپھرے پن کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ کم ازکم امور دین وملت کو سمجھنے اور بیان کرنے والے مخلصین کے لئے یہ قطعا گنجائش نہیں ہوتی ہے کہ رجل الشارع کا طریقہ اپنائیں۔

☆ الٹی سیدھی تحریروں یا بیانات کی ایک وجہ محاسدت بھی ہے محاسدت کے ساتھ غرور و کبر بھی ہوتا ہے ملوکیت اور امارت کے خلاف تحریکیوں اور شیعوں نے دین پسندوں کے اند رمحاسدت اور کینہ کو پروان چڑھایا ہے ہر تحریکی خاص کر شکل صورت میں بھی روافض کی طرح نحوست زدہ دکھلائی دیتا ہے عقیدے سے زیادہ وہ ملوک وامراء کے خلاف کینے حسد اور دشنام طرازی کو زیادہ اہمیت دیتا ہے ان کی برائی ان کی محفلوں کی رونق اور زبان کا چٹخارہ ہے۔ ان کی ذہنیت اور سوچ جیسے مسخ ہوگئی ہے شیخ چلیوں کی یہ جماعت اپنے ہر تصرف سے ناٹکی معلوم ہوتی ہے نہ ان کی جڑ نہ شاخ نہ وجود نہ اثر اور ایسے ایکٹ کریں گے جیسے انھیں امت کے اصلاح کی ایجنسی مل گئی ہے۔ جدھر دیکھو یہ ناٹک کرنے والے کہیں تعلیم کے نام پر پھل پھول رہے ہیں اور جن کو گالی دیتے ہیں ان سے سامنے ناک رگڑتے ہیں اور ان کے ٹکڑوں پر ملت کی تعلیم کے ٹھیکہ دار بنے ہوتے ہیں۔ کہیں کوئی انکار حدیث کی دکان سجائے ہے اور خود کو ملت کی امانت گردانتا ہے۔ کسی بھکاری کو دیکھو وہ امراء وسلاطین کے بھیک کے ٹکڑوں پر پوری ملت کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ ایک سرپھرے نے قرآن کو بھی جعلی بتایا اور امت کے بحران میں مودودی کی طرح پوری امت اور اس کے نظام مدارس تعلیم وتربیت سب کو یہودیوں کے سازش قرار دیئے بیٹھا ہے اور لطف یہ کہ کسی سری ذریعے سے

ایسے گمراہ بد باطن کی کتابیں گھر گھر مفت پہنچ رہی ہیں۔ کسی طرف کہیں اقتصاد کی بات ہوئی جھٹ ان کا ویرانے میں اسلامی اقتصادیات کا بورڈ لگ گیا۔ سیاست کی بات آتی ہے تو ہمیشہ اخباری بیان میں تین اصحاب بیٹھے نظر آئیں گے جیسے کسی صحرا میں تین گدھ مردہ لاش پر بیٹھے ہوں۔

☆ جن کی جعلی زندگی اور جعلی سرگرمیوں کا یہ حال ہے ان سے کسی اچھی تحریر اچھے بیان اور اچھے عمل کی امید کیسے کی جاسکتی ہے۔ ان بے خبروں، جذبات کے گھوڑے پر سوار نادانوں کو کوئی بھی موقع مل جائے اخبارات میں شہ سرخیوں میں سجنے میں دیری نہیں کرتے اور سڑکوں پر آ کر گدھوں کی طرح چلانے سے باز نہیں آتے جبکہ یہ سب اعداء اسلام کے لیے ایک مذاق اور اضحوکہ ہوتا ہے اور بسا اوقات احتجاج اور چیخ وپکار میں جان و مال کا ضیاع ہوتا ہے۔ غزہ میں حماس پر یہودی ریاست کے ظلم وقہر ڈھانے پر کشمیر میں احتجاج ہوا اور کئی نو جوانوں کی جانیں گئیں۔ آخر ان جانوں کے ضیاع کا ذمہ دار کون ہوگا اور آخرت میں ان کا کیا انجام ہوگا کبھی غور کیا گیا۔

☆ شام وعراق میں سارے اعداء اسلام مظلوم سینوں کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں روافض کو چھوٹ ملی ہے۔ سارے عالم کے روافض سینوں کے قتل تباہی اور بربادی پر جشن مناتے ہیں۔ سینوں کا ایک گروپ ان ظالموں سے لڑ رہا ہے۔ ان کے اندر کیڑے نکالے جارہے ہیں۔ دشمنوں کا میڈیا ان کی ثابت غیر ثابت صحیح غلط اچھے برے سب کو ان پر تھوپے جارہا ہے۔ دنیا کے بھیڑیوں کو پھر موقع مل گیا کہ ظالموں کا ساتھ دیں اور مظلوم کی دادرسی کرنے والوں پر چڑھ دوڑیں اور پھر سینوں کی کمان بے رحم روافض کے ہاتھوں میں تھمادیں۔

☆ کل تک جو اباحیت پسند کمیونسٹ بددماغ استشراقی دانشور چوہوں کی طرح بلوں میں چھپے تھے وہ بھی اجتماعی بیان داغنے لگے اور ان کالی بھیڑوں میں ملت کے ایک ٹھیکیدار بھی نظر آئے جو ایک لنگڑی لولی مشاورت کے صدر ہیں خیر سے یہ بھی استشراقی

دانشوروں اوراجنبی افکاروخیالات کے حامل کالی بھیڑوں کارویہ اپنائے ہوئے ہیں۔امت کاساراتن داغ داغ ہے۔

اورایک بڑی مشکل یہ ہے اردوزبان میں بے شمارچیتھڑے (Tabloid) قسم کے اخبارنکلنے لگے ہیں جن میں فوٹوکھنچوانے کے شوقین مولویوں کے ادھ کچرے بیانات شائع ہوتے رہتے ہیں وہ بھی امت کے لئے بلائے بے درماں ہیں اور جوجھوٹی نیتائی کے مارے ہوئے ہیں ان کی بات انسانیت سوز ہے وہ اخبارات میں چھپنے کے لیے ایسے بے تاب رہتے ہیں جیسے کوئی بیوہ اپنے ناتواں بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے بے تاب رہتی ہے اوراخبارات کی کٹنگ ایسے سنبھال کرر کھتے ہیں جیسے کراما کاتبین انسانوں کے اعمال کے متعلق چوکس رہتے ہیں۔والعیاذ باللہ

☆ موقف اور انجام

فلسطین کے متعلق سارے کفارعالم کاایک موقف ہے اسرائیل فلسطین میں جمارہے اوردنیا کے سارے بزدل کینہ توز کمزوروں کوستانے اوران پراپنا رعب جمانے والے اسرائیل سے جذبہ عناداوردشمنی حاصل کرتے ہیں اوراپنی سرزمین میں غاصب اورمغضوب علیہ یہودی کے انہدامی اورسرکوبی کے تکنیک تجربےاوراسلحے حاصل کرتے ہیں اوران سے بہت متاثر ہوتے ہیں ۔اس لئے ہندوستان برما ایتھوپیا جنوبی سوڈان کینیااوراریٹیریا اوردیگرمسلم دشمن عناصر کےاندران کی بڑی پذیرائی ہے۔

سارے صلیبی اورسارے صہیونی یہ موقف رکھتے ہیں کہ فلسطین اورخصوصاً قدس شہر سے مسلمانوں کوبے دخل رکھیں۔ساری صلیبی اورصہیونی عالمی اورعلاقائی عناصر،ملکوں مذہبی گروہوں کااس پراتفاق ہے کسی بھی مقامی سے بین الاقوامی ملک کے اسٹیج پر ہمیشہ یہود کی مدافعت ہواورفلسطینیوں کی مذمت ۔اورکہیں بھی کسی طرح فلسطینیوں کو پنپنے نہیں دیا جائے۔اس قوم کو بدنام ہلاک اور برباد کرنے کے جتنے حربی اورغیرحربی معاشی اورغیر معاشی حربے ہوسکتے ہیں۔سب کواستعمال کیا جاتاہےاوراستعمال کیا جاتارہا۔لیکن فلسطین

بھی دنیا کی سب سے زیادہ بہادر قوم ہے۔اس کے پاس عربی تاریخ ہے،عربی پہچان ہے۔ دین اسلام ہے۔وہ بے نام نہیں ہے۔اس لئے وہ فنا نہیں ہوسکتی ہے۔ساری خدیعتوں بے سروسامانی ،جلا وطنی ، بے گھری اور بے بسی کے باوجود اسرائیل کے سامنے ایک خطرہ بنی کھڑی ہے۔اور بار بار اسے اس کے سارے جبروت اور طاقت کے باوجود سرنگوں کردیتی ہے۔وہ نہ شکست کھاسکتی ہے نہ فنا ہوسکتی ہے۔فنا یہود کی قسمت میں لکھا ہوا ہے جس طرح امریکہ ہے دس امریکہ اور دس یورپ پیدا ہوجائیں اور جس طرح ایران اور حزب اللہ ہیں۔ ایسے دس ایران اور حزب اللہ غدار اور دشمنان اہل سنت پیدا ہوجائیں اسرائیل کو بچا نہیں سکیں گے۔ اور اسرائیل کو بھی یہ پتہ ہے کہ ایک دن وہ مارے جائیں گے۔ ایک سیکولر مسلمان دانشور مسلمان اور بددین مسلمان کو اسرائیل کے فنا ہونے پر جتنا یقین نہیں ہے اس سے زیادہ انھیں اس پر یقین ہے کہ انہیں دیر سویر فنا ہونا ہے اور جرمنی میں تو وہ بچ گئے تھے اس بار وہ بالکل فنا ہوجائیں گے بچیں گے نہیں۔

ہر فلسطینی مسلمان کا رسول گرامی ﷺ کی پیشگوئیوں پر یقین ہے اور یہ پیشگوئیاں مسلمانوں کے عقیدے میں داخل ہے رسول اللہ ﷺ نے اسراء ومعراج کے موقع پر فلسطین اور قدس شہر کو قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے حق میں محفوظ کردیا تھا یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ فلسطین مسلمانوں کا تھا ہے اور رہے گا اور جو اس پر غاصبانہ قبضہ جمائے گا وہ جائے گا تباہ ہوگا۔

قوموں کا فیصلہ دنوں ہفتوں اور مہینوں میں نہیں ہوتا ہے۔سالوں میں ہوتا ہے اور اس کے پیچھے اسباب حیات علل اور وجوہ ہوتے ہیں یہود مغضوب علیہم کے متعلق قرآن کا فیصلہ ہے(ضربت علیهم الذلة والمسكنة باوؤا بغضب من الله)یہ فیصلہ قیامت تک کے لئے ان کے کرتوت ہر دور میں ایسے ہی رہے اور ایسے ہی رہیں گے اس لئے کہ ذلت وخوکری ان کے اوپر مسلط رہے۔اللہ کا ان کے متعلق یہ بھی فیصلہ ہے کہ ان کی خواری اور غلامی اس وقت دور ہوسکتی ہے جب وہ خود درست ہوجائیں اور اللہ کی نصرت کے مستحق

بن جائیں یا پھر انھیں انسانوں کا سہارا مل جائے (الا بحبل من اللہ وحبل من الناس) ابھی انھیں دنیا ک سارے اعدائے اسلام کا سہارا ملا ہوا ہے۔ جب تک یہ سہارا کام آ سکتا ہے اسرائیل کی ہیکڑی جاری رہے گی جس دن ہ سہارا جاتا رہے گا یا کمزور ہوجائے گا ان کے لئے سہارا نہ بن سکے گا اس دن ان کی تباہی طے ہے آیت کے رو سے وہ اس وقت بھی خود کچھ نہیں ہیں ۔ان کی ساری قوت دنیا کے سارے اعداء اسلام کا سہارا ہے۔ اگر آج انھیں اعدائے اسلام کا سہارا نہ مل پائے اور ان کا اور فلسطینیوں کا براہ راست مقابلہ ہوتو اسرائیل کی ریاست کے گرنے میں دیری نہیں لگے گی ۔ انتقاضہ کے موقع پر اگر امریکہ کی مالی مدد نہ ہوتی سارے صلیبی اور صہیونی اس کے مالی سپورٹر نہ بنتے اقوام متحدہ کی پشت پناہی نہ ہوتی مصالحت کے دھوکے نہ ہوتے یورپ اور امریکہ انھیں بچانے نہ آتے بس انتقاضہ کے بچے اور جوان ہوتے اور اسرائیل ہوتا تو اسرائیل کا کام تمام تھا۔

☆ زوال کا وقت:

فلسطین خود ان کے زوال اور تباہی کا اندازہ لگا رہے ہیں اور ایک وقت بھی طے کر رہے ہیں شیخ احمد یاسین سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ اسرائیل کے زوال کے متعلق متعین وقت بتلاتے ہیں کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے یا پھر آپ کی بات کا تعلق مستقبل میں خیر کی امید سے ہے۔ انہوں نے جواب دیا اس سلسلے میں حتمی وقت کی تعیین مشکل ہے۔ بس قرآنی آیت سے استدلال کی بنیاد پر ایک تقریبی اندازہ ہے۔ قرآنی آیت کے مفہوم سے طے ہوتا ہے کہ ہر چالیس سال پر اللہ تعالی نسلوں کو بدل دیتا ہے ان کی طبیعتیں بدل دیتا ہے ان کا مزاج بدل دیتا ہے قرآن کریم میں بنی اسرائیل کی حالت کے متعلق اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون فى الأرض فلا تأس على القوم الفاسقين (المائدہ:٢٦) اللہ تعالیٰ نے ارض فلسطین میں داخلے سے یہودیوں کو چالیس سال محروم رکھا تھا انہوں نے موسی علیہ السلام کے ساتھ قتال کرنے کے لئے وہاں جانے سے انکار کر دیا تھا ایک بے کار نسل کے جانے ختم ہونے اور دوسری نسل تیار

ہونے اور اہداف ومقاصد کے حصول کے لیے مستعد ہونے میں ۸۰ سال لگے چالیس سال پہلے خراب نسل کے جانے اور چالیس سال دوسری اچھی نسل کے تیار ہونے میں یہ قرآنی دلیل ہوئی تغیر وتبدل اور اصلاح وخیر کے حصول کی مدت آیت سے طے ہوتی۔

تاریخ بتاتا ہے صلیبی جنگوں میں مسلمان بہت کمزور ہوگئے تھے چالیس سال ان کے ضعف کے رہے اس وقفے کے بعد چالیس سال انھیں سنبھلتے لگے۔ دوسرے چالیس میں صلیب سے انکا مقابلہ ہوا اور صلیبیوں کا زوال شروع ہوگیا اور آخر میں صلیبی فلسطین اور قدس سے نکالے گئے اس میں چالیس سال لگے۔ تو تغیر وتبدل اصلاح وکامیابی کا ۴۰۔۴۰ کا نظریہ ایک تاریخی اور دینی حقیقت ہے۔

اس نظریئے کے تحت اگر دیکھا جائے تو یہ طے ہوجاتا ہے کہ فلسطینی ۱۹۴۸ میں وطن سے نکال دیئے گئے۔ باہر سے یہود کے ساتھ ان کی مقاومت جاری رہی۔ فلسطینی اردن اور لبنان سے باہر سے لڑتے رہے اور اندرون فلسطین ان کا کوئی دخل نہیں رہا لیکن جب انہوں نے خود کو تیار کرلیا اور ۱۹۸۷ سے اندر سے لڑنے لگے اور انتفاضہ شروع ہوا تو پوری قوم جاگ اٹھی۔ پہلے چالیس سال میں فلسطینی زوال کمزوری اور تباہی کے آخری نقطے پر پہنچ گئی۔ دوسرے چالیسے میں قدم سنبھلنے لگی اور یہود سے مقاومت کے لئے اپنے اندر ہر اعتبار سے دم خم پیدا کرلیا ہے اور درستگی وصواب کی راہ وا آ گئی ہوا انتقاضہ کا حال اور اس کے اثرات دنیا نے دیکھ لیا۔ اسرائیل کی خستہ حالت اور فلسطینیوں کی شجاعت دنیا کے سامنے آ گئی اور ساری دنیا نے فلسطین اور فلسطینیوں کے مسئلہ کو سمجھا جانا اور اس کا اعتراف کیا اب دوسرے چالیسے میں فلسطینیوں کے اندر بیداری آ چکی ہے ان کی مقاومت کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور قرآنی نظریئے کے مطابق سال ۲۰۲۷ یا پانچ دس آگے پیچھے اسرائیل کا مکمل زوال طے ہے اور اس کے آثار وعلائم بھی ظاہر ہونے لگے ہیں۔

